بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

’’میزانیہ 2006ء۔ایک تاثر‘‘

یوں تو پاکستان کی اٹھاون سالہ زندگی کو سمٹا کر سامنے لایا جائے تو اس کی صحیح تعبیر کے لئے ایک لفظ ’’نمائش‘‘ کافی ہو گا۔۔۔علم وحکمت کی اس مہرہ بازی میں، بحث وتکرار کی نمائش۔مکتب و مدرسہ میں پرانے افکار کی نمائش۔معاشیات و اقتصادیات میں، خطوطِ خمدار کی نمائش، مریز وکجدار کی نمائش۔سیاسیات میں، ہوس کی خونریزیاں چھپانے کو عقلِ عیار کی نمائش۔ لیکن بعض اوقات یہ نمائش اس قدر بےنقاب ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ اس کا نمائشی لطف بھی ضائع ہوجاتا ہے۔

اگر ہمارے ملک میں کوئی باہوش طبقہ ایسا ہے جس کی آواز ان محلاتِ شاہی میں بسنے والوں (Ruling Class) کی خوابگاہوں تک پہنچ سکتی ہے تو ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ ان حضرات کے کانوں تک زمانہ کی یہ تلخ حقیقت پہنچا دیں کہ بھوکے کا پیٹ روٹی سے بھرتا ہے، چولہے۔چمٹے۔توے۔پرات کے نقشوں سے نہیں بھرتا۔قوم پینے کے صاف پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی ہے۔لاکھوں انسان زندگی کی بنیادی ضروریات تک سے محروم ہو رہے ہیں اور ہمارے یہ تخیلات کی جنتوں میں بسنے والے اربابِ نظم ونسق......

اے پیرِ حرم، رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
دل توڑ گئی انکا دو صدیوں کی غلامی
داروُ کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

ان کے قفس میں کاغذوں کے پھول رکھنے سے بالآخر کب تک کام چلے گا!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انشاءاللہ

(سر سید احمد خانؒ)

سر سیدؒ نے ہمارے مروجہ اسلام کے غلط معتقدات اور رسومات کی اصلاح کے لئے کیا کچھ کیا' اس کی تفصیل کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ذیل میں ہم ان کا ایک مختصر سا مقالہ درج کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ اس محاذ پر کن کن گوشوں سے اور کس کس انداز سے حملہ کرتے تھے۔

ہماری فقہ کی کتابوں میں ایک باب ''کتاب الحیل'' کا ہوتا ہے۔ اصل کتاب میں یہ بتایا جاتا ہے کہ شریعت کی رو سے کون کون سی باتیں گناہ ہیں اور ''کتاب الحیل'' میں یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ کونسی ترکیبیں ہیں کہ انسان وہ خلاف شریعت کام کرے بھی اور گناہ سے بھی بچ جائے۔ مثلاً کتاب میں لکھا ہوگا کہ جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے اور کتاب الحیل میں بتایا جائے گا کہ انسان کن الفاظ میں جھوٹی قسم کھائے کہ اس کے مواخذہ سے بچ جائے۔ ظاہر ہے کہ ان حیلوں کی حیثیت فریب نفس سے کچھ زیادہ نہیں۔ لیکن جو قوم ایسی فریب انگیز باتوں کو اپنی کتب شریعت میں درج کر کے ان پر عمل کرنے کی حوصلہ افزائی کرے' اس قوم کی ذہنیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں دیکھئے کہ سر سیدؒ اس قسم کی ''شرعی حیلہ کاریوں'' کی نقاب کشائی کس انداز سے کرتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ جب کوئی دیدہ ور' شریعت کے نام پر اس قسم کی فریب کاریوں پر نگاہ ڈالے گا تو اس کے قلب حساس پر کس قدر شدید چوٹ لگے گی۔ درد کی یہی شدت تھی جس نے سر سیدؒ کے ہاں طنز کا انداز اختیار کیا تھا۔ انداز تو طنزیہ ہے لیکن جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب کچھ ہماری کتب فقہ میں موجود ہے۔

بات کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ ایک فقیہ' کسی عام مسلمان سے پوچھتا ہے کہ کیا تم مسلمان ہو۔ وہ اس کے جواب میں عام دستور کے مطابق کہتا ہے کہ ''انشاءاللہ میں مومن ہوں''۔ اس پر وہ فقیہ بگڑ جاتے ہیں اور جھٹ سے کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ اس مکالمہ کی ابتداء اس پس منظر میں ہوتی ہے۔ طلوع اسلام)

''تم نے کیا کہا؟''

''کافر کافر''

''میں نے کہا ''انا مومن انشاءاللہ''۔''

''کیوں حضرت کافر کیوں؟''

''کافر۔ کافر! یوں کہو'' انا مومن حقا'' اس جگہ انشاءاللہ کا لفظ نہیں کہتے' ایسے موقع پر یوں بولنا کفر ہے۔''

پھر حضرت کس جگہ کہتے ہیں:

قسم سے بچنے' وعدہ پورا نہ کرنے' بے گناہ دھوکا دینے' جھوٹ بولنے اور جھوٹا نہ ہونے میں۔''

حضرت پھر تو ''انشاء اللہ'' خوب اوزار ہے۔

کیا مسلمانوں کا برتاؤ اسی مسئلہ پر ہے؟

ہاں جو پرہیزگار' مولوی' عالم' شرع پر چلنے والے ہیں گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں' وہ ہمیشہ اس پر خیال رکھتے ہیں۔

حضرت میں تو نہیں سمجھتا۔

فقہ پڑھی ہو' اصول فقہ کو جانا ہو' عالموں کی صحبت اٹھائی ہو تو جانو' جاہل کندۂ ناتراش'' نہ پڑھے نہ لکھے'' جانو تو کیا جانو؟

حضرت آپ ہی سمجھا دیجئے۔

ارے میاں! ''ان'' کے معنی اگر ''شاء'' کے معنی چاہا' اللہ کے معنی تو اللہ کے ہی ہیں' مگر وہ فاعل واقع ہوا ہے جس کے معنی ''نے'' کے ہوتے ہیں۔ اب سب کو ملاؤ تو یہ معنی ہوئے ''اگر چاہا اللہ نے'' اب دو مسئلے فقہ کے اور سمجھ لو' اگر کوئی امر کسی پر مشروط ہو اور بسبب نہ پورے ہونے شرط کے ادا نہ کیا جائے تو کچھ گناہ لازم نہیں آتا۔ ''اذا فات الشرط فات المشروط'' ایک مسئلہ ہوا؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خالق جمیع افعال عباد کا خدا ہے۔ پس جب ان دونوں مسئلوں کو ملا کر انشاء اللہ کے معنوں کو دیکھو تو پھر انشاء اللہ کہنے کے بعد کچھ گناہ باقی نہیں رہتا۔

حضرت! میں مسئلے کو تو بخوبی سمجھ گیا' مگر اب تک میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ گناہ کیونکر نہیں رہتا؟ کیا وہ لفظوں کے الٹ پھیر سے الٹ جاتا ہے؟

جاہل! اور کیا؟ ہماری جیب میں ایک گھڑی ہے۔ ہمارے دوست کو اس کی ضرورت ہے جب اس نے ہم سے مانگی ہم نے کہا کہ ہمارے گھر میں کوئی گھڑی ہی نہیں' اس نے کہا قسم تو کھاؤ۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہمارے گھر میں کوئی گھڑی نہیں۔ یا ہمارے گھر میں ایک اشرفی رکھی ہے۔ ہمارے دوست نے ہم سے اشرفی مانگی ہم نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی اشرفی نہیں' اس نے کہا قسم تو کھاؤ۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس کوئی اشرفی نہیں۔ کیوں سچ بات ہوئی کہ نہیں؟ بات ہی بات میں گناہ الٹ گیا کہ نہیں؟ یہ تو باتیں ہی باتیں ہوئیں' روپے' پیسے' سود بٹے کے معاملہ میں بھی لفظوں ہی کے الٹ پھیر سے گناہ الٹ جاتا ہے۔ تولہ بھر سونا سولہ روپیہ کی قیمت کا ہم سے قرض لو' سود سے بچنے کو کہہ لو کہ بیس تولہ چاندی لیں گے۔ سولہ تولہ چاندی میں وہی تولہ بھر سونا آیا اور چار تولہ چاندی سود میں بچ رہی اور سود نہ ہوا۔ کھوٹا سونا جس میں

ذرا سا تانبے کا میل ہو' قرض دو اور اسی وزن کے برابر کھرا سونا لے لو' مال تو زیادہ کا ہاتھ لگ گیا اور سود نہ ہوا' مکان گروی رکھو' راہن سے کہلوا لو کہ سکونت میں نے ہی کی' کرایہ کا فائدہ ہوا اور سود نہ ہوا' گاؤں گروی لو۔ مثلاً ہزار روپے کو۔ جس میں دوسو روپیہ سالانہ کا فائدہ ہو۔ راہن سے اسی (۸۰) روپیہ سال دینے کے اقرار پر پٹہ لکھوا لو اور گاؤں پر قبضہ کر لو' کل منافع تحصیل کرو' ایک سو بیس روپیہ سال سود کے' پٹے کے نام سے بچے کہ نہیں؟ اور سود نہ ہوا۔

حضرت کیا یہ ہوتا ہے؟

خدا کی قسم سب کرتے ہیں' جتنے مقدس' خدا پرست' وہابی' نیم وہابی' مقلد' حنفی' زمیندار تعلقہ دار ہیں سب کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مولویوں نے فتوے دے دیئے ہیں۔

اب سمجھے کہ لفظوں کے الٹ پھیر سے گناہ پلٹ گیا کہ نہیں؟ اجی ابھی ہمارے پاس زکوٰۃ کا روپیہ آئے اور ہم مستطیع ہوں' ابھی گھر میں جا کر بیوی سے کہہ آویں کہ ہم نے اپنا کل مال تم کو ہبہ کیا' اب مفلس ہو گئے کہ نہیں' باہر آویں اور زکوٰۃ کا روپیہ لے لیں' باتیں ہی تو ہیں' ان باریکیوں کے سمجھنے کے لئے علم درکار ہے۔

بھلا حضرت یہ تو ہوا' انشاء اللہ والی بات رہ گئی۔ اس کو بھی کسی مثال سے سمجھا دو۔

ارے میاں یوں سمجھو کہ ہم نے تمہارا دل خوش کرنے کو تم سے کہہ دیا کہ ہم کل تمہارے ہاں آویں گے انشاء اللہ' ہمارا ارادہ آنے وانے کا کچھ نہ تھا یوں ہی کہہ دیا تھا' جب نہ گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے نہیں چاہا' اسی وعدے کو مشروط کیا تھا' اذا فات الشرط فات المشروط۔ بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا۔ کبھی تم عدالت میں گواہی دینے بھی گئے ہو؟

ہاں صاحب! ایک دفعہ گیا تھا' میں نے تو جو سچ تھا وہ کہہ دیا تھا' مگر میرا بھائی مقدمہ ہار گیا۔ میں کیا کرتا' وہاں ایک کالی مخمل کی گول چنٹ دار ٹوپی پہنے ہوئے گوری رنگت کا مسلمان مولوی کرسی پر بیٹھا تھا' اس نے قسم دی کہ سچ کہنا' میں جھوٹ بولنے سے ڈر گیا سچ کہہ دیا۔

ہاں فقہ نہ جاننے سے' عالموں کی صحبت نہ اٹھانے سے یہی تو نتیجہ ہوتا ہے' ارے جب اس مولوی جج نے قسم دی تھی کہ سچ بولنا' تو نے کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولوں گا انشاء اللہ' اگر وہ جج نام کا مولوی تھا اور فقہ نہ جانتا تھا تو پکار ہی کر انشاء اللہ کہہ دیا ہوتا اور اگر وہ مولوی تھا اور ٹھیڑے ٹھیڑے بدلائی آن پڑی تھی تو پکار کر کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولوں گا اور جھٹ پٹ دل میں کہہ دیا ہوتا انشاء اللہ' مگر یہ خیال رکھا ہوتا کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے ورنہ انشاء اللہ کا جوڑ ٹوٹ جاتا' پھر جو چاہتے وہ کہہ دیتے' ذرا بھی جھوٹی قسم کھانے کا گناہ نہ ہوتا۔

حضرت! باتیں تو آپ نے خوب بتائیں مگر میں حیرت میں ہو گیا' اب تو رخصت ہوتا ہوں' اور کسی سے بھی تحقیق کروں گا' میرا دل دھکڑ پکڑ کرر ہا ہے۔

تم جس مولوی سے چاہنا پوچھنا' یہی بتائے گا۔ کہو تو میں ابھی ہدایہ' شرح وقایہ' درمختار' بحرالرائق' نہر الفائق اور بڑے بڑے معتبر فتاووں سے ہر ایک کی جزئی روایت نکال دوں اور تم نے وہ فتاویٰ بھی دیکھا ہے؟ جو پرانے خاندانی مولویوں اور قاضیوں کے ہاں ہوتا ہے' میں اس وقت اس کا نام بھول گیا ہوں یاد آجائے گا تو بتادوں گا۔ اس میں ہر ایک مسئلہ کی نسبت دو روایتیں لکھی ہیں' ایک میں جائز حلال اور دوسری میں ناجائز حرام لکھ رکھا ہے' پھر جونسی روایت کے مطابق چاہا فتویٰ لے لیا' بہت ہوا روپیہ دو روپیہ' فتویٰ کے نام سے نہیں اور کسی نام سے کبھی کبھی دیتے رہے۔ کیوں؟ بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا کہ نہیں؟ مگر اس زمانے میں جو کمبخت مقلدین فلاسفہ ملاحدہ نکلے ہیں وہ تو مذہب اسلام کی جڑ کاٹتے ہیں۔ یا اللہ کیا مشکل پڑی ہے!!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلیم اختر

چار ممتاز علماء کی رائے

(قرآن سے متعلق)

(۱) ابنِ کثیرؒ

قرآن ایک مستقل شریعت ہے تاکہ ہر زمانے کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا امتحان ہو جایا کرے البتہ توحید سب زمانوں میں یکساں رہی اور معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ اے امت محمدﷺ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہم نے اس کتاب' قرآن کریم کو شریعت اور طریقہ بنایا ہے۔تم سب کو اس کی اقتداء اور تابعداری کرنی چاہئے۔ پس بہترین مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ صرف قرآن کریم ہی ہے اور بس۔(48:5-6)۔

از تفسیر ابن کثیر۔(نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ' کراچی۔۔اردو ترجمہ مولوی محمد جوناگڑھی)

(۲) شیخ الہند محمود الحسنؒ دیوبندی کا ایک سبق آموز واقعہ بروایت مفتی محمد شفیعؒ

''حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد نماز عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے۔علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔اس وقت آپ نے فرمایا کہ ''ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں''۔ یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسی (۸۰) سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟

فرمایا کہ ''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی و دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو (مجھے) اس کے دو سبب معلوم ہوئے؟ ''ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا۔ دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی (تمام) زندگی اس کام میں صرف کر دوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کئے جائیں اور بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معنی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر بھی برداشت نہ کیا جائے۔''

(ماخوذ از وحدت امت۔تالیف مفتی محمد شفیع۔شائع کردہ مکتبہ المنبر فیصل آباد (پاکستان)۔

(۳) ابوالکلام آزاد (مرحوم)

’’اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل واسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جا سکتا ہے کہ علماء حق و مرشدین کاملین کا فقدان اور علماء سوء ومفسدین دجالین کی کثرت ربنا انا اطعنا سادتنا وکبرآء نا فاضلونا السبیلا o(33:67)۔

اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملے میں اس کا علاج کیا ہے تو اس کا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہئے کہ لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔ یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہو سکے گی! تاوقتیکہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی وحقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین و صادقین پیدا کئے جائیں۔‘‘

(ماخوذ از (البلاغ) جلد اول‘ شمارہ اول‘ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء)۔

(۴) ثناء اللہ امرتسریؒ

علماء نے قرآنِ مجید کی مختلف انداز میں تفسیریں لکھی ہیں۔ بعضوں نے احادیث و آثار سے استفادہ کیا ہے اور کچھ حضرات نے اپنی اپنی عقل کا سہارا لیا ہے حالانکہ تمام حضرات اس پر متفق ہیں کہ سب سے بہتر طریقہ کلام اللہ کی تفسیر خود آیاتِ قرآنی سے کرنا ہے۔

(تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن‘ صفحہ ۲)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئے پڑھنے والوں کے لئے چند گذارشات

(۱) **طلوع اسلام** نے کبھی یہ نہیں کہا کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو نہ مانو اور سب احادیث کو دریا بُرد کر دو۔ وہ کہتا صرف یہ ہے کہ احادیث کی کتابوں میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور غلط بھی۔ جو حدیث قرآن کریم کے مطابق ہے وہ صحیح ہے جو قرآن کے خلاف جاتی ہے وہ غلط ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس قسم کی غلط احادیث کو چھوڑ دو اور صرف صحیح احادیث کو مانو۔

(۲) **طلوع اسلام** یہ بھی نہیں کہتا کہ اسلاف کی کوئی بات نہ مانو۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اسلاف کی کتابوں میں بھی جو کچھ ہے اسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لو۔ جو بات اس کے مطابق ہو، اسے صحیح مانو، جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ ہمارے بزرگوں نے قرآن شریف کو نہیں سمجھا تھا۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ قرآن شریف ہر ایک کو حکم دیتا ہے کہ وہ اسے غور و فکر سے، سوچ سمجھ کر پڑھے۔ اس لئے ہمیں قرآن شریف پر خود غور کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۳) **طلوع اسلام** کوئی نیا فرقہ نہیں بنانا چاہتا۔ فرقہ بنانا قرآن کریم کی رو سے شرک ہے۔

(۴) **طلوع اسلام** کوئی نیا مذہب ایجاد کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا ایمان ہے کہ قرآن کریم تمام نوع انسانی کے لئے واحد، مکمل اور آخری ضابطۂ حیات ہے۔ نبی اکرم ﷺ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اور اسلام ہی خدا کا سچا دین ہے۔

طلوع اسلام چاہتا یہ ہے کہ:

جس طرح کی حکومت، رسول اللہ ﷺ اور حضورؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے قائم کی تھی، اسی قسم کی حکومت پاکستان میں قائم کی جائے تا کہ ہر شخص کی ضروریات زندگی اطمینان کے ساتھ پوری ہوتی رہیں اور کوئی بھوکا ننگا نہ رہے۔ ہر شخص سے عدل و انصاف ہو اور قرآن شریف کے خلاف جس قدر قانون ہیں وہ سب منسوخ ہو جائیں اور قانون صرف خدا کا چلے۔ یہ بات ان لوگوں کو ناگوار گزرتی ہے جو خالص خدا کا قانون نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس سے ان کی ذاتی اغراض پر زد پڑتی ہے۔ اس لئے وہ طلوع اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منصور سرمدی
mansoor_sarmadi@yahoo.com

سائنسی تحقیق۔ ’’فقیہانہ‘‘ موشگافیوں کی زد میں

دِلِ مُلاّ گرفتارِ غمے نیست
نگاہے ہست در چشمش نمے نیست
ازاں بگریختم از مکتبِ او
کہ در ریگِ حجازش زمزمے نیست [1]

گزشتہ ماہ کے مقالہ میں قارئین کی توجہ اس منفی اور مخالفانہ پراپیگنڈے کی طرف دلائی گئی تھی جو تسلسل اور تواتر کے ساتھ قرآنی فکر کے علمبرداروں' قرآنی تعلیمات اور سائنسی تحقیقات کے خلاف ببانگ دہل کیا جا رہا ہے۔ پروفیسر محمد دین قاسمی کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب 'غلام احمد پرویز' اپنی تحریروں کے آئینے میں' سے مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق دو ایک اقتباسات کا جائزہ لے کر مصنف کی دروغ گوئی' بدنیتی اور خیانت کاری کو طشت ازبام کیا گیا تھا۔ انہی کی قبیل کے ایک اور بزعم خویش ''مفکر'' کی تحقیقِ 'انیق' آج کے اس مقالے کا موضوع بحث ہے۔ ''محاضراتِ حدیث'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی گئی ہے جس کے مصنف ہیں ڈاکٹر محمود احمد غازی جو کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات سے وابستہ ہیں۔ غازی صاحب ماضی میں مذہبی امور کے وزیر رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ۹۳۔۱۹۹۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔ موصوف نے ۲۰۰۴ء میں اسلام آباد میں علمِ حدیث اور اس کی تاریخ پر چند تقاریر کی تھیں جنہیں ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ انہی تقاریر کو بعد میں ''محاضرات حدیث'' کے نام سے کتابی شکل میں مدون کر لیا گیا ہے۔

---

[1] مفہوم:
مُلاّ کا دِل غم و درد سے خالی ہے
اُس کی آنکھ میں بینائی تو ہے لیکن نمی نہیں ہے
اسی باعث میں اس کے مکتب سے دور بھاگتا ہوں
کہ اس کے حجاز میں ریت ہے لیکن زمزم (جیسا چشمہ) نہیں ہے (سلیم اختر)

قارئینِ طلوعِ اسلام فرانس کے ڈاکٹر موریس بوکائے کے نام سے بخوبی آشنا ہیں۔ان کی کتاب ''بائبل' قرآن اور سائنس'' ایک تحقیقی شاہکار ہے جو انگریزی میں ترجمہ ہونے کے بعد بین الاقوامی سطح پر اپنا مقام بنا چکا ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر بوکائے نے بائبل اور قرآن کریم کے ان بیانات کو سائنسی کسوٹی پر رکھ کر پرکھا ہے جو سائنسی میدان سے علاقہ رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی انہوں نے صرف ان امور کو لیا ہے جو سائنس میں حقیقت ثابتہ (Established Facts) کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔اس سائنسی غور وفکر نے انہیں جس نتیجے پر پہنچایا' اسے انہوں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"The Qur'an did not contain a single statement that was assailable from modern scientific point of view. I repeated the same test for the old Testament and the Gospels, always preserving the same objective outlook. In the former, I did not even have to go beyond the first book, Genesis, to find statements totally out of keeping with the cast-iron facts of modern science." *(Introduction, page viii).*

ترجمہ: قرآن میں ایک بھی بیان ایسا نہیں جس پر جدید سائنس کے نقطۂ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔ اسی معیار کو میں نے عہد نامہ قدیم اور اناجیل کے لئے آزمایا اور ہمیشہ وہی معروضی نقطۂ نظر قائم رکھا۔ اول الذکر میں مجھے پہلی ہی کتاب ''آفرینش'' سے آگے نہیں جانا پڑا اور ایسے بیانات مل گئے جو جدید سائنس کے مسلمہ حقائق سے کلی طور پر عدم مطابقت رکھتے تھے۔'' (بائبل' قرآن اور سائنس' تعارف ص viii)۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسی سائنسی کسوٹی پر صحیح بخاری کی احادیث کو بھی پرکھا۔اس کے نتائج کیا تھے' اس کا ذکر ذرا آگے چل کر آئے گا۔قارئین کرام! ڈاکٹر بوکائے کی مذکورہ کتاب فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں مارکیٹ میں دستیاب ہے۔مسلم ممالک کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ ہر شخص با سانی اسے خرید کر پڑھ سکتا ہے' مگر آیئے دیکھتے ہیں کہ غازی صاحب اس بارے میں کیا نقطہ نظر پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔وہ ڈاکٹر موریس بوکائے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر حمید اللہ سے ان کے مراسم اور روابط بڑھ گئے۔ دونوں پیرس میں رہتے تھے۔ بعد میں ان کو خیال ہوا کہ اسی طرح کا مطالعہ صحیح بخاری کا بھی کرنا چاہئے۔ انہوں نے صحیح بخاری کا بھی مطالعہ شروع کر دیا۔صحیح بخاری میں سائنسی نوعیت کے جتنے بیانات تھے ان کی الگ سے فہرست بنائی۔انہوں نے اس طرح کے غالباً سو بیانات منتخب کئے۔ان سو بیانات کا ایک ایک کر کے جائزہ لینا شروع کر دیا اور یہ دیکھا کہ کس بیان کے نتائج سائنسی تحقیق میں کیا نکلتے ہیں۔ یہ سب بیانات جمع

کرنے اور ان پر غور کرنے کے بعد انہوں نے ایک مقالہ لکھا جو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو دکھایا۔ یہ واقعہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے مجھے خود سنایا۔'' (محاضرات حدیث' ص ۴۵۰)۔

اس اقتباس میں چند نکات قابل توجہ ہیں۔ غازی صاحب کے اس اقتباس کے مطابق:

۱۔ ڈاکٹر بوکائے کو یہ خیال کہ صحیح بخاری کی احادیث کو بھی سائنسی معیار پر پرکھنا چاہئے' اپنی کتاب (The Bible, The Quran and Science) شائع کرنے کے بعد آیا۔

۲۔ صحیح بخاری میں سائنسی نوعیت کے بیانات کی الگ فہرست بنائی گئی جن کی تعداد ''غالباً'' سو تھی۔

۳۔ ان بیانات کا علیحدہ علیحدہ سائنسی تجزیہ کیا گیا اور نتائج اخذ کئے گئے۔ ان نتائج کو انہوں نے ایک مقالہ میں جمع کیا جسے انہوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کو دکھایا۔

۴۔ یہ پورا واقعہ حمید اللہ صاحب نے مصنف موصوف کو خود سنایا۔

اب قارئین کے سامنے ان چاروں نکات کا جائزہ بالترتیب پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) یہ بات حقائق کے بالکل علی الرغم ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث کا سائنسی تجزیہ کرنے کا خیال ان کو اپنی مذکورہ کتاب شائع کرنے کے بعد آیا۔ یہاں ڈاکٹر بوکائے کی کتاب The Bible, The Quran and Science سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے بات واضح ہو جائے گی۔ انہوں نے کتاب کے آخر میں ''قرآن' حدیث اور جدید سائنس'' کا ایک باب باندھا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

> "I thought it of interest to delve into the literature of Hadiths to find out how Mohammad is said to have expressed himself, out side the context of written revelation, on subjects that were to be explained by scientific progress in following centuries. Althouth "Sahih Muslim" is also an authentic collection, in this study I have stirctly limited myself to the texts of the Hadiths which are generally considered to be the most authentic, i.e. those of "Al-Bukhari." (pages 243-44)

ترجمہ: میں نے اس چیز کو دلچسپی کا باعث سمجھا کہ حدیثی مواد کا' یہ معلوم کرنے کے لئے جائزہ لوں کہ محمد ﷺ تحریر شدہ وحی سے ہٹ کر ان موضوعات پر کیونکر گفتگو کیا کرتے تھے سائنسی اصولوں کے مطابق جن کی توضیح وتشریح آئندہ صدیوں میں کی جاتی تھی۔ اگرچہ صحیح مسلم بھی ایک مستند مجموعہ ہے لیکن اس تحقیقی مطالعہ کے لئے میں نے خود کو سختی سے ان احادیث کے متون تک محدود رکھا ہے جو عموماً سب سے زیادہ مستند سمجھی جاتی ہیں یعنی البخاری کی احادیث''۔ (بائبل' قرآن اور سائنس'

ص۴۴۔۲۴۳)۔

(ب) دوسرے نکتے میں کہا گیا ہے کہ صحیح بخاری سے سائنسی نوعیت کے غالباً سو بیانات کا انتخاب کیا گیا۔ سب سے پہلے تو یہاں لفظ ''غالباً'' اس بات کا غماز ہے کہ خود مصنف موصوف کو بھی اس بات کا اطمینان حاصل نہیں ہے۔ شکیہ جملے کبھی بھی یقین کا فائدہ نہیں دے سکتے۔

(ج) اس نکتے سے معلوم پڑتا ہے کہ بقول غازی صاحب جن سو احادیث کا سائنسی تجزیہ کیا گیا ہے ان کے نتائج ایک مقالے کی شکل میں مرتب کئے گئے تھے۔ یہ مقالہ اس وقت کہاں ہے؟ آپ شہر کے تمام بک سٹورز چھان ماریۓ انٹرنیٹ کی غواصی کر جایئے' یہ مقالہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔

؎ کچھ نہ سمجھے' خدا کرے کوئی

(د) اس نکتے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس تمام واقعے کو ڈاکٹر حمید اللہ نے غازی صاحب کو بذات خود سنایا۔ یعنی بات کیا ہوئی؟ ڈاکٹر بوکائے ایک سو احادیث کا سائنسی تجزیہ کرتے ہیں اور اس پر ایک بھرپور مقالہ لکھ ڈالتے ہیں۔ اس مقالے کو شائع نہیں کرواتے بلکہ اپنے دوست حمید اللہ کو دکھاتے ہیں۔ حمید اللہ صاحب بھی غازی صاحب کو صرف زبانی یہ واقعہ سناتے ہیں۔ غازی صاحب اس مقالے کا نام درج نہیں کرتے۔ یعنی اگر اس مقالے کا کوئی وجود ہوتا تو غازی صاحب اس کا نام ضرور درج کرتے اور یہ بازار میں دستیاب ہوتا۔ مذہبی پیشوائیت کا سارا کاروبار زبانی روایات کے سہارے چلتا ہے۔ اب آپ آگے بڑھیئے۔ موصوف اس سے آگے لکھتے ہیں کہ:

> ''ڈاکٹر حمید اللہ کا کہنا تھا کہ جب میں نے اس مقالہ کو پڑھا کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ صحیح بخاری کے جو سو بیانات میں نے منتخب کئے ہیں ان میں سے اٹھانوے بیانات تو سائنسی تحقیق میں صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ البتہ دو بیانات غلط ہیں''۔ (محاضرات حدیث' ص۴۵۰)۔

یہاں ایک لمحہ کے لئے رک کر غور کرنا ہوگا۔ جس مقالے کی دہائی دی جا رہی ہے' اس کا کوئی نام درج نہیں کیا جا رہا' کسی صفحہ یا باب کا حوالہ نہیں دیا جا رہا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ غازی صاحب کے بقول جن دو بیانات کو فرانس کے محقق نے سائنسی تجزیہ کے نتیجے میں غلط قرار دیا ہے' وہ کونسے بیانات ہیں۔ غازی صاحب فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر موریس بکائے نے جن دو بیانات کو غلط قرار دیا تھا' ان میں سے ایک تو صحیح بخاری میں درج حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ جب کھانے میں کوئی مکھی گر جائے تو اس کو اندر پورا ڈبو کر پھر نکالو۔ اس لئے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔ تم دونوں پروں کو اس میں ڈبو دو تاکہ شفا والا حصہ بھی کھانے میں ڈوب جائے۔ جب وہ گرتی ہے تو بیماری والا حصہ کھانے میں پہلے ڈالتی ہے۔ ڈاکٹر بوکائے کا خیال تھا کہ یہ غلط ہے۔ مکھی کے کسی پر میں شفا نہیں ہوتی' مکھی تو گندی چیز ہے۔

اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو کھانے کو ضائع کر دینا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات سائنسی طور پر غلط ہے۔'' (ایضاً' ص ۴۵۱۔۴۵۰)۔

محمود احمد غازی صاحب کی زبانی آپ نے ڈاکٹر بوکائے کا اعتراض سن لیا۔ اب دیکھئے کہ حمید اللہ صاحب کس طرح ڈاکٹر بوکائے کی خبر لیتے ہیں۔ سنئے اور سر دھنئے۔ غازی صاحب لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کے جواب میں ڈاکٹر مورس بوکائے سے کہا کہ میں نہ تو سائنس دان ہوں اور نہ میڈیکل ڈاکٹر' اس لئے میں آپ کے ان دلائل کے بارے میں سائنسی اعتبار سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ایک عام آدمی کے طور پر میرے کچھ شبہات ہیں جن کا آپ جواب دیں تو پھر اس تحقیق کو اپنے اعتراضات کے ساتھ ضرور شائع کر دیں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے کہا میں نے میٹرک میں سائنس کی ایک دو کتابیں پڑھی تھیں۔ اس وقت مجھے کسی نے بتایا تھا کہ سائنس دان جب تجربات کرتے ہیں تو اگر ایک تجربہ دو مرتبہ صحیح ثابت ہو جائے تو سائنس دان اسے پچاس فیصد درجہ دیتا ہے اور جب تین چار مرتبہ صحیح ثابت ہو جائے تو اس کا درجہ اور بھی بڑھ جاتا ہے اور چار پانچ مرتبہ کے تجربات میں بھی اگر کوئی چیز صحیح ثابت ہو جائے تو آپ کہتے ہیں کہ فلاں بات سو فیصد صحیح ثابت ہو گئی۔ حالانکہ آپ نے سو مرتبہ تجربہ نہیں کیا ہوتا۔ ایک تجربہ تین چار مرتبہ کرنے کے بعد آپ اسے درست مان لیتے ہیں۔ ڈاکٹر مورس نے کہا کہ ہاں واقعی ایسا ہی ہے۔ اگر چار پانچ تجربات کا ایک ہی نتیجہ نکل آئے تو ہم کہتے ہیں کہ سو فیصد یہی نتیجہ ہے۔ اس پر ڈاکٹر حمید اللہ نے کہا کہ جب آپ نے صحیح بخاری کے سو بیانات میں سے اٹھانوے تجربہ کر کے درست قرار دے دیئے ہیں تو پھر ان دو نتائج کو بغیر تجربات کے درست کیوں نہیں مان لیتے؟ جب کہ پانچ تجربات کر کے آپ سو فیصد مان لیتے ہیں۔ یہ بات تو خود آپ کے معیار کے مطابق غلط ہے۔ ڈاکٹر مورس بوکائے نے اس کو تسلیم کیا کہ واقعی ان کا یہ نتیجہ اور یہ اعتراض غلط ہے۔'' (محاضراتِ حدیث' ص ۴۵۲)۔

جب ایک غیر متعلقہ (Unqualified) شخص کسی ایسے موضوع پر رائے زنی کرے جو اس کا میدان ہی نہ ہو تو اس کا وہی نتیجہ نکلتا ہے جو اوپر درج شدہ بحث کا نکلتا ہے۔ اگر حمید اللہ صاحب کا موقف تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی یہ خلطِ مبحث کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حمید اللہ صاحب سائنسدانوں کا یہ اصول بتا رہے ہیں کہ اگر ایک ہی تجربہ کم از کم چار بار دہرانے سے درست ثابت ہو جائے تو اسے سو فیصد درست مان لیا جاتا ہے اور ڈاکٹر بوکائے کا گلہ کرتے ہیں کہ انہوں نے صحیح بخاری کے اٹھانوے بیانات کا تجزیہ کیا وہ درست قرار پائے تو دو کو جوں کا توں کیوں نہ مان لیا

جائے؟ قارئین کرام فرض کر لیجئے کہ مذکورہ اصول درست ہے۔ اس اصول کے تحت صحیح بخاری کے سومختلف نوعیت کے سائنسی بیانات کے لئے کم ازکم چارسو تجربات کرنے لازم بنتے ہیں کیوں کہ اس اصول کے مطابق ایک ہی تجربہ کم ازکم چار مرتبہ دہرایا جائے تو وہ سو فیصد درست ثابت ہوتا ہے یعنی (400=4x100)۔ مگر حمید اللہ صاحب کا اصرار ہے کہ آپ کو سومختلف بیانات میں سے صرف چار کا تجربہ کر کے ان کو درست پا کر باقی چھیانوے کو بغیر تجربہ کئے درست قرار دے دینا چاہئے تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے اٹھانوے تجربات کر لئے اور دو کو غلط قرار دیا۔ حالانکہ آپ کو ان دو کو بغیر تجربے کے درست مان لینا چاہئے تھا۔

اس کے بعد غازی صاحب کے بقول' حمید اللہ صاحب ایک محدثانہ شان سے تاویلات کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ڈاکٹر بوکائے کا وہ تعاقب کرتے ہیں کہ ڈاکٹر بوکائے کو سرِتسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

> ''دوست بات ڈاکٹر حمید اللہ نے یہ کہی کہ میرے علم کے مطابق آپ میڈیکل سائنس کے ماہر ہیں۔ انسانوں کا علاج کرتے ہیں۔ آپ جانوروں کے ماہر تو نہیں ہیں' تو آپ کو پتہ نہیں کہ دنیا میں کتنے قسم کے جانور پائے جاتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر (حمید اللہ) صاحب نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ علم حیوانات میں کیا کیا شعبے اور کون کونسی ذیلی شاخیں ہیں اور ان میں کیا کیا چیزیں پڑھائی جاتی ہیں لیکن اگر علم حیوانات میں 'مکھیات' کا کوئی شعبہ ہے تو آپ اس شعبہ کے ماہر نہیں ہیں۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ دنیا میں کتنی اقسام کی مکھیاں ہوتی ہیں؟ کیا آپ نے کوئی سروے کیا ہے کہ دنیا میں کس موسم میں کس قسم کی مکھیاں پائی جاتی ہیں۔ جب تک آپ عرب میں ہر موسم میں پائی جانے والی مکھیوں کا تجربہ کر کے اور ان کے ایک ایک جز کا معائنہ کر کے' لیبارٹری میں چالیس پچاس سال لگا کر نہ بتائیں کہ ان میں کسی مکھی کے پر میں کسی بھی قسم کی شفا نہیں ہے' اس وقت تک آپ یہ مفروضہ کیسے قائم کر سکتے ہیں کہ مکھی کے پر میں بیماری یا شفا نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر موریس بوکائے نے اس سے بھی اتفاق کیا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر آپ تحقیق کر کے یہ ثابت بھی کر دیں کہ مکھی کے پر میں شفا نہیں ہوتی تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ چودہ سو سال پہلے ایسی مکھیاں نہیں ہوتی تھیں۔ ہوسکتا ہے ہوتی ہوں' ممکن ہے ان کی نسل ختم ہو گئی ہو۔ جانوروں کی نسلیں تو آتی ہیں اور ختم بھی ہو جاتی ہیں۔ روز کا تجربہ ہے کہ جانوروں کی ایک نسل آئی اور بعد میں وہ ختم ہوگئی۔ تاریخ میں ذکر ملتا ہے اور خود سائنسدان بتاتے ہیں کہ فلاں جانور اس شکل کا اور فلاں اس شکل کا ہوتا تھا۔ ڈاکٹر موریس نے اس کو بھی درست تسلیم کیا۔'' (محاضرات حدیث' ص ۴۵۳)۔

فرانس جیسے ترقی یافتہ ملک کے ایک ایسے ماہر سرجن ڈاکٹر کے، جس کی غیر جانبداری اور عدم تعصب اس کی شاہکار کتاب سے اظہر من الشمس ہوں، برصغیر کے ایک غیر سائنسی ڈاکٹر کے ظنی دلائل (جوان الفاظ سے مملو ہوں......ممکن ہے......ہوسکتا ہے......شاید......غالباً......تاریخ میں ہے......وغیرہ) کے آگے بے بس ہوکر اپنی غلطی تسلیم کر لینے کو حمید اللہ صاحب کی کرامت ہی سمجھنا چاہئے، ورنہ تو یہ دلائل اتنے پھسپھسے اور بودے (Poor) ہیں کہ ان کا رد کرنے کے لئے کسی ارسطو کے دماغ کی ضرورت نہیں ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ ملیریا کا علاج کرنے والے ڈاکٹرز کو بلاشبہ یہ علم سکھایا جاتا ہے کہ کس قسم کے مچھر کے کاٹنے سے صحت مند آدمی ملیریا کا شکار ہو جاتا ہے۔ باؤلے کتے کے کاٹے (Rabbies) کے معالجین کو باؤلے کتے کے متعلق بھرپور معلومات سے آگاہ کیا جاتا ہے لیکن چونکہ غازی صاحب کا بیان کردہ یہ سارا مکالمہ اور پوری رپورٹ ہی زیبِ وثراثر پر مبنی ہے اس لئے اس پر تبصرہ کرنا مفید مطلب نہیں ہوگا۔ قبل اس کے کہ صحیح بخاری کے اس دوسرے سائنسی نوعیت کے بیان کی طرف بڑھا جائے جسے بقول غازی صاحب، ڈاکٹر بوکائے نے سائنسی تحقیق کے نتیجہ میں غلط قرار دیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غازی صاحب کے ایک طبع زاد اصول کو سامنے لایا جائے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ اس ملک میں تحقیق کے نام پر کیا کچھ ہو رہا ہے۔

ہماری کتب روایات میں ہر قسم کی رطب و یابس روایات موجود ہیں جنہیں چن چن کر معاندین اسلام اپنی کتابوں میں استعمال کرتے ہیں اور محمد الرسول اللہ ﷺ والذین معہٗ اسلام اور امہات المومنینؓ کو ہدف اعتراض بناتے ہیں۔ اس مسئلہ کا مناسب حل تو یہ ہے کہ ایسی تمام روایات جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہوں کو مسترد کر دیا جائے اور صرف وہی روایات لی جائیں جو قرآنی تعلیمات کے مطابق ہوں۔ مگر غازی صاحب اس کا ایک انوکھا علاج تجویز کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

> ''میں اعتراضات کا جواب دینے کے اس طریقے کو صحیح نہیں سمجھتا کہ پہلے آپ اعتراض نقل کریں اور پھر اس کا جواب دیں۔ آپ اصل بات کو اس طرح بیان کریں کہ اعتراض پیدا ہی نہ ہو۔ یہ زیادہ دیرپا اور زیادہ مؤثر طریقہ ہے۔ اعتراضات بیان کر کے ان کا جواب دینا صحیح طریقہ نہیں ہے''۔ (ایضاً، صفحہ ۴۶۲)۔

گویا روایت اس طرح سے بیان کی جائے کہ جو باتیں قابل اعتراض معلوم ہوتی ہوں ان میں کوئی اعتراض محسوس ہی نہ ہو۔ یہ تو صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب یا تو روایت کے قابل اعتراض حصے کو دشمن کی طرف منسوب کر دیا جائے اور یا سرے سے غائب ہی کر دیا جائے اور یا پھر تاویلات کے گورکھ دھندے میں دھکیل دیا جائے۔ ممکن ہے آپ کو یہ عجیب سا لگے مگر غازی صاحب نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس کو ایک مثال کے ذریعے بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صحیح بخاری (کتاب الوضو) میں ایک روایت اس طرح سے درج ہے:

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عکل یا عرینہ کے چند

آدمی آئے اور مدینہ میں انہیں پیٹ کی بیماری ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اونٹنیوں میں جانے اور ان کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ گئے۔ جب تندرست ہو گئے تو حضور کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹنیوں کو ہانک کر لے گئے۔ جب صبح آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے۔ سورج چڑھتے ہی وہ لوگ (گرفتار کر کے) لائے گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور سیسہ پگھلا کر ان کی آنکھوں میں ڈالا جائے اور مقام حرہ میں انہیں پھینکا جائے۔ وہ لوگ شدت پیاس سے پانی مانگتے تھے، لیکن انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا''۔ (ترجمہ: مولانا مولوی حکیم دائم صاحب جلالی)۔

اس روایت میں متعدد باتیں قابل اعتراض ہیں، مثلاً

(۱) اللہ کے رسول ﷺ کسی شخص کو پیشاب پینے کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں۔

(۲) اللہ کے رسول ﷺ ان کی آنکھوں میں سیسہ پگھلانے (اور بعض روایات کے مطابق گرم سلائیاں پھیرنے) کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں؟

(۳) اللہ کے رسول ﷺ ان مجرمین کو اس انداز میں سزا کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں؟

(۴) یہ کیسے ممکن ہے کہ مجرم شدت پیاس سے پانی مانگے اور رحمت اللعالمین ﷺ اسے پانی نہ دیں؟

اب دیکھئے کہ اسی روایت کو غازی صاحب اپنے خانہ ساز اصول کے ماتحت اپنے الفاظ میں کس طرح بیان کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

''دوسری بات جو انہوں نے غلط قرار دی وہ بھی صحیح بخاری ہی کی ایک روایت ہے۔ عرب میں ایک قبیلہ تھا، عرنئیین کا، بنی عرینہ کہلاتا تھا۔ یہ لوگ مشہور ڈاکو تھے اور پورے عرب میں ڈاکے ڈالا کرتے تھے۔ اس قبیلہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا یا اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ مراعات اور مدد مانگی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ میں ٹھہرنے کے لئے ٹھکانا دیا اور کچھ صحابہ کو ان کی مہمانداری کے لئے مقرر کیا۔ مدینہ منورہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہیں آئی اور وہ بیمار ہو گئے۔ بیماری کی تفصیل یہ بتائی کہ ان کے رنگ زرد ہو گئے، پیٹ پھول گئے اور ایک خاص انداز کا بخار جس کو آج کل Yellow Fever کہتے ہیں، ان کو ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بیماری دیکھی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مدینہ کے باہر فلاں جگہ چلے جاؤ۔ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر ایک جگہ تھی جہاں بیت المال کے سرکاری اونٹ رکھے جاتے تھے۔ وہاں جا کر رہو۔ اونٹ کا دودھ بھی پیو اور پیشاب بھی پیو۔ بات عجیب سی ہے۔ لیکن بخاری میں یہی درج ہے۔ چنانچہ انہوں نے

یہ علاج کیا اور چند روز وہاں رہنے کے بعد انہیں شفا ہو گئی۔ جب طبیعت ٹھیک ہو گئی تو انہوں نے اونٹوں کے باڑے میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مامور چوکیدار کو شہید کر دیا اور بیت المال کے اونٹ لے کر فرار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ یہ لوگ نہ صرف اونٹ لے کر فرار ہو گئے ہیں بلکہ وہاں پر متعین صحابیؓ کو بھی اتنی بے دردی سے شہید کیا ہے کہ انؓ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے ہیں۔ گرم سلاخ ٹھونس کر آنکھیں پھوڑ دیں اور صحابیؓ کو ریگستان کی گرم دھوپ میں زندہ تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور وہ بیچارے وہیں تڑپ تڑپ کر شہید ہو گئے ہیں تو حضور ﷺ کو یہ سب کچھ سن کر بہت دکھ ہوا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس پر بہت زیادہ غصہ آیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کو ان کا پیچھا کرنے کے لئے بھیجا اور وہ لوگ گرفتار کر کے قصاص میں قتل کر دیئے گئے''۔
(ایضاً، ص ۴۵۱)۔

اس روایت کے بیان کرنے میں غازی صاحب نے اپنے طبع زاد اصول یعنی ''اصل بات کو اس طرح بیان کریں کہ اعتراض پیدا ہی نہ ہو'' کی مکمل پیروی کی ہے۔ قابل اعتراض چیزوں میں سے غازی صاحب نے بعض کو دشمن کی طرف منسوب کر دیا، بعض کا ذکر گول کر گئے اور بعض کی دور از کار تاویلات کی ہیں۔ آپ ایک نظر پیچھے درج کئے گئے ان اعتراضات پر ڈال لیجئے جو اس روایت پر عموماً کئے جاتے ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ غازی صاحب نے ان اعتراضات کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

(۱) پہلا اعتراض یہ تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی شخص کو پیشاب پینے کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں؟ غازی صاحب نے حمید اللہ صاحب کی زبانی اس اعتراض کی مضحکہ خیز تاویل کی ہے جو ذرا آگے چل کر درج کی جائے گی۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ ان مجرموں کی آنکھوں میں گرم سلاخیں (بعض روایات کے مطابق، گرم سیسہ پگھلا کر) کیونکر ڈال سکتے ہیں؟ غازی صاحب نے اس اعتراض کو مجرمین کی طرف منسوب کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ان مجرموں نے بیت المال کے چوکیدار کے ساتھ یہ سب کیا تھا۔

(۳) تیسرا اعتراض یہ تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ ان لوگوں کو اس انداز میں سزا کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ غازی صاحب نے اس اعتراض کو بھی مجرمین کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ دراصل ان لوگوں نے ایسا کیا تھا۔

(۴) چوتھا اعتراض یہ تھا کہ خواہ کوئی کیسا ہی مجرم کیوں نہ ہو، شدت پیاس سے پانی مانگے اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے اس کی اجازت نہ دی جائے؟ غازی صاحب نے اس اعتراض کو سرے سے ہی گول کر دیا اور ذکر تک نہ کیا۔

(۵) اس کے علاوہ غازی صاحب نے بنی عرینہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ لوگ مشہور ڈاکو تھے اور پورے عرب میں ڈاکے ڈالا کرتے تھے۔ جبکہ بخاری کی روایت میں یہ بات نہیں کہی گئی۔

آج سے کچھ عرصہ پیشتر تک یہ ممکن تھا کہ ایک استاد چاہے تو روایت کو جیسے چاہے بیان کر دے۔ طالب علم ایک تو مروت وعقیدت کی وجہ سے اسے تسلیم کر لیتا تھا‘ دوسرا مذہبی کتابوں تک عدم رسائی اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ مگر آج اشاعتی سہولتوں اور خاص طور پر مذہبی کتابوں کی انٹرنیٹ پر آسان رسائی نے صورت حال مکمل طور پر تبدیل کر دی ہے۔ آج ایک میٹرک کا طالب علم بھی محض کتاب کا نام جان کر تمام حوالہ جات کو بذات خود بہ آسانی چیک کر سکتا ہے لہٰذا آج یہ پرانا داؤ نہیں چل سکتا۔ استاد کسی بھی معاشرے کا معزز ترین فرد ہوتا ہے۔ اس نے قوموں کی تعمیر کرنا ہوتی ہے۔ استاد کی سیرت اچھی ہوگی تو نتیجتاً قوم کے نونہالوں کی سیرت پر اس کا مثبت اثر پڑے گا۔ اسے اتفاق کہئے کہ پروفیسر محمد دین قاسمی ہوں یا محمود احمد غازی صاحب‘ دونوں کا تعلق درس وتدریس سے ہے۔ کم از کم ایک استاد کو کِذب نگاری اور کتمانِ حقیقت سے کوسوں دور رہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ اگر استاد خود ہی ان ہتھکنڈوں پر اتر آئے تو پھر تلامذہ کا کیا حال ہوگا؟ انگریزی کا ایک مقولہ ہے "If the gold rusts, what shall iron do?"

اب آیئے اس بڑے اعتراض کی طرف کہ رسول اللہ ﷺ کسی کو پیشاب پینے کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں‘ اور دیکھئے کہ غازی صاحب کے بقول حمید اللہ صاحب نے کن محدثانہ تاویلات اور فقیہانہ موشگافیوں سے اس کا دفاع کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ غازی صاحب لکھتے ہیں:

’’پھر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے کہا کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضور ﷺ نے اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا‘ حالانکہ شریعت نے پیشاب کو ناپاک کہا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ یہ حیوانی بدن کا مسترد کردہ مواد ہے‘ یہ بھی درست ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں بطور ایک عام آدمی (Layman) کے یہ سمجھتا ہوں کہ بعض بیماریوں کا علاج تیزاب سے بھی ہوتا ہے۔ دواؤں میں کیا ایسڈ شامل نہیں ہوتے۔ جانوروں کے پیشاب میں کیا ایسڈ شامل نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ بعض علاج جو آج خالص اور آپ کے بقول پاک ایسڈ سے ہوتا ہے تو اگر عرب میں اس کا رواج ہو کہ کسی نیچرل طریقے سے لیا ہوا کوئی ایسا لیکویڈ جس میں تیزاب کی ایک خاص مقدار پائی جاتی ہو‘ وہ بطور علاج کے استعمال ہوتا ہو اس میں کونسی بات بعید از امکان اور غیر سائنسی ہے۔‘‘ (ایضاً‘ ص ۴۵۳)۔

اس کے بعد غازی صاحب کے بقول حمید اللہ صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں ایک طویل قصہ سنایا جس کا ملخص یہاں درج کیا جاتا ہے۔ حمید اللہ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے ایک کتاب پڑھی تھی (کتاب کا نام نہیں دیا گیا۔ م۔س)۔ اس میں لکھا تھا کہ جرمنی کے ایک شخص ڈاؤٹی نے ۲۶۔۱۹۲۴ء میں پورے عرب کا دورہ کیا تھا اور اس کے جغرافیہ پر دو کتابیں لکھیں جن کے نام Arabia Deserta اور

Arabia Petra تھے یعنی عرب کا بالترتیب صحرائی اور پہاڑی حصہ۔ یہ آدمی ایک دفعہ بیمار ہو گیا۔ اس کا رنگ زرد ہو گیا' پیٹ پھول گیا۔ اس نے بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر جرمنی کے ایک بڑے ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ جہاں سے یہ بیماری لگی تھی ممکن ہے وہاں کوئی مقامی دیسی علاج ہو۔ ڈاوٹی نے اپنے خادم بدو سے اس کا ذکر کیا جس نے اسے اونٹوں کے ایک باڑے میں لے جا کر کہا کہ یہاں چند دن اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کے سوا کچھ نہ پینا۔ چنانچہ صرف ایک ہفتہ کے عمل سے وہ شخص بالکل ٹھیک ہو گیا۔ جب یہ قصہ حمید اللہ صاحب نے ڈاکٹر بوکائے کے گوش گزار کیا تو' غازی صاحب لکھتے ہیں کہ اس پر: ''مورس بوکائے نے اپنے دونوں اعتراضات واپس لے لئے اور اس مقالہ کو انہوں نے اپنے دونوں اعتراضات کے بغیر ہی شائع کر دیا''۔ (ص ۴۵۴)۔

ہمیں اس بات کا پورا احساس ہے کہ یہ لغو اور لایعنی قصے ایک طرف تو قارئین کی نفاست طبع پر گرانی کا باعث بنے ہوں گے' دوسری طرف ان کے ذوق سلیم کے لئے وجۂ صد اضطراب۔ ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں کہ ہمیں یہ طولانی مخترعات درج کرنا پڑ رہی ہیں' لیکن کیا کیجئے

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اگر یہ مفروضہ داستان اور تخیلاتی مکالمہ درج نہ کیا جاتا تو شاید قارئین تک معاملہ کی سنگینی کا احساس منتقل نہ ہو پاتا۔ قارئین! یہ تمام واقعہ تین ڈاکٹروں کے گرد گھومتا ہے' جن میں سے دو ڈاکٹر یعنی حمید اللہ صاحب اور غازی صاحب' ایسے ہیں کہ سائنس کبھی بھی ان کا موضوع نہیں رہا۔ یہ دونوں حضرات فنون یعنی (Arts) میں (Ph.D) ہونے کی جہت سے ڈاکٹر کہلاتے ہیں۔ جب کہ تیسرے ڈاکٹر موریس بوکائے واقعتاً ایک محقق سائنسدان ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کے آخر میں ڈاکٹر موریس بوکائے کی وہ تحقیقات درج کی جائیں جو انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''بائبل' قرآن اور سائنس'' کے آخر میں صحیح بخاری کی متعدد احادیث کو سائنسی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد مرقوم فرمائی تھیں۔ ڈاکٹر بوکائے کے الفاظ میں:

"I have compared the findings made during an examination of the hadiths with those already set out in the section on the Quran and modern Science. The results of this comparison speak for themsleves. The difference is in fact quite staggering between the accuracy of data contained in the Quran when compared with modern scientific knowledge, and the highly questionable character of certain statements in hadiths on subjects whose tenor is essentially scientific. These are the only hadiths to have been dealt with in this study. (pp-244)

ترجمہ: ''میں نے ان معلومات کا موازنہ کیا ہے جو

'قرآن اور جدید سائنس' کے جز میں پہلے ہی پیش کی جا چکی ہیں۔اس موازنہ کے نتائج خود بولتے ہیں۔قرآن میں دیئے گئے اعداد و شمار (معلومات) کی صحت جب اسے جدید سائنسی علم پر جانچا جاتا ہے اور (اس کے بالمقابل) احادیث میں انتہائی قابل اعتراض قسم کے وہ بیانات جو بنیادی طور پر سائنسی نوعیت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں...... درحقیقت دونوں کا تفاوت شش و پنج میں مبتلا کر دینے والا ہے۔یہی وہ احادیث ہیں جن پر اس مطالعہ میں بحث کی گئی ہے''۔ (ص۲۴۴)۔

اس کے بعد ڈاکٹر بوکائے نے صحیح بخاری کی ایسی روایات کا ذکر کیا ہے' جنہیں انہوں نے جدید سائنس کی کسوٹی پر پرکھا لیکن غیر درست پایا۔ قارئین کی معلومات کے لئے چند مقامات کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر بوکائے لکھتے ہیں:

''مختلف بیماریوں سے متعلق عنوانات پر پیش کی گئی بعض تشریحات سے آج کے زمانے میں اتفاق کرنا مشکل ہے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

...... بخار کے اسباب: اس واقعہ کی شہادت میں چار بیانات ہیں کہ ''بخار دوزخ کی گرمی سے ہوتا ہے''۔ (البخاری کتاب الدواء جلد ہفتم باب ۲۸' ص ۴۱۶)۔

...... ہر بیماری کے لئے ایک دوا ہے۔خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کا اس نے علاج نہ پیدا کیا ہو۔ (ایضاً باب اول' ص ۳۹۵)۔اس تصور کی 'مکھی والی حدیث' سے تشریح کی گئی ہے۔''اگر تم میں سے کسی شخص کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس پوری مکھی کو (اس برتن میں ڈبوؤ اور پھر اس کو پھینک دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے (اس کا تریاق) یعنی اس بیماری کا علاج''۔ (ایضاً ابواب ۱۶-۱۵' صفحات ۴۵۳-۴۵۲ نیز کتاب آفرینش جز ۵۴' ابواب ۱۶-۱۵)۔

...... سانپ کو دیکھنے سے اسقاط حمل (جس سے اندھا بھی ہو سکتا ہے)۔ یہ بات کتاب آفرینش جلد چہارم' باب ۱۳ اور ۱۴' صفحات ۳۳۰ اور ۳۳۴ میں ذکر کی گئی ہے''۔) (بائبل' قرآن اور سائنس' صفحہ ۲۴۶)۔

ڈاکٹر موریس بوکائے نے بہت سی روایات کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ سب کا درج کرنا ذرا مشکل ہے۔ اونٹ کے پیشاب والی روایت کے متعلق وہ لکھتے ہیں۔''یہ بہر حال بنیادی طور پر کوئی بہت اچھا خیال نہیں ہے کہ یہ تجویز کیا جائے کہ لوگ اونٹ کا پیشاب پیئیں۔'' (ایضاً' ص ۲۴۶)۔

قارئین! ڈاکٹر موریس بوکائے کی کتاب بازار میں بہ آسانی دستیاب ہے۔ اس کتاب کے اردو تراجم بھی دستیاب ہیں۔ڈاکٹر بوکائے کی کتاب میں سے قارئین خود متعلقہ عبارات دیکھ سکتے ہیں لیکن غازی صاحب کہہ چکے ہیں کہ انہیں یہ واقعہ ڈاکٹر حمید اللہ نے 'خود' سنایا تھا۔اب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب چونکہ وفات پا چکے ہیں اس لئے آپ ان سے تصدیق بھی نہیں کر

سکتے۔ اب آپ کو اسی 'خبرِ واحد' پر یقین کرنا پڑے گا۔ اگر آپ کسی طرح ڈاکٹر موریس بوکائے سے رابطہ کر کے یا پھر ان کی کتاب 'بائبل' قرآن اور سائنس' کھول کے غازی صاحب کے سامنے رکھ دیں اور کہیں کہ صاحب یہاں تو آپ کے فرمودے کے برعکس درج ہے۔ اس کے جواب میں غازی صاحب جو کچھ کہیں گے اسے سمجھنے سے پہلے ایک لطیفہ پڑھ لیجئے۔

ایک انگریز اور ایک مذہبی پیشوا (مُلّا) ایک کشتی میں ہمسفر تھے۔ انگریز نے ایک جام شراب کا پیا اور ایک جام اس پیشوا کو بھی دیا۔ مذہبی پیشوا نے پینا شروع کر دیا تو انگریز نے کہا 'یہ شراب حرام ہے'۔ ایک لمحے کے لئے مذہبی پیشوا نے جام کو ہونٹوں سے ہٹا لیا۔ انگریز کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا: 'اس کے شراب ہونے کا آخر ثبوت کیا ہے؟'

انگریز نے کہا کہ 'میرے مجوسی نوکر نے ایک یہودی دوکاندار سے خریدی ہے'۔ اس پر مذہبی پیشوا جھٹ بول اٹھا۔

''یہ روایت ضعیف ہے''۔

یہ کہہ کر اس نے جام دوبارہ ہونٹوں سے لگا لیا۔

قارئین کرام! آخر میں ایک اہم بات اور وہ یہ کہ اس مقالے کا مقصد کسی فرد کی کردار کشی کرنا نہیں ہے بلکہ ان ہتھکنڈوں کو سامنے لانا ہے جو ہماری مذہبی پیشوائیت قرآن کریم کی آواز کو دبانے کے لئے بروئے کار لا رہی ہے۔ وگرنہ ہمارے لئے تو سب قابلِ احترام ہیں۔ بقول اقبالؔ:

فقیہِ شہر کی تحقیر کیا مجال مری
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آصف جلیل

قل ھو اللہ احد

دنیا میں جاری مخاصمت' نا انصافی' جھگڑے' اختلافات' فساد وغیرہ کی اگر صرف ایک وجہ معلوم کرنا چاہیں تو وہ دوہرا معیار ہوگی۔ چاہے کوئی انسان ہو یا گروہ' جماعت ہو یا قبیلہ' صوبہ ہو یا ملک ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے اس کی مرضی کے تابع ہوں۔ قاعدے قوانین دوسروں کے لئے ہوتے ہیں وہ ان سے بالاتر ہے۔ کوئی کمزور شخص یا ملک تو ایسا کرنے کی جرات نہیں کرسکتا البتہ طاقتور نہیں چاہتا کہ وہ کسی ضابطے یا قانون کی زنجیر میں جکڑا جائے۔ اگر دولت اور طاقت کا گٹھ جوڑ ہوجائے تو پھر ہر فرعون ''انا ربکم الأعلی'' کا اعلان کردیتا ہے۔
صرف اسی دور کو سنہرا قرار دیا جاسکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہوتا تھا۔ اس کے سوا تو ہر دور میں یہی ہوتا رہا ہے کہ ایک اقلیتی گروہ اکثریت پر کبھی طاقت کے ذریعے اور کبھی ذہنی طور پر غلام بنا کر حکمرانی کرتا ہے۔ آج کے مہذب دور میں صورت حال کچھ زیادہ تبدیل نہیں ہوئی۔ یہ تو ہوا ہے کہ بعض ممالک نے اپنے ہاں بہت اچھا نظام قائم کررکھا ہے لیکن وہ صرف اس ملک میں رہنے والوں کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے ممالک کے عوام کو وہ مختلف نظر سے دیکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں انسانوں کے معاملات چلانے کے لئے وہ رہنما اصول آئے ہیں جو کسی بھی مسئلے کا واحد ممکنہ حل پیش کرتے ہیں مگر مفاد پرست عناصر اسے قبول نہیں کرتے۔ انسان کی مجبوری یہ ہے کہ وہ عمل تو اپنی مرضی سے اختیار کرسکتا ہے لیکن نتائج پر اس کا بس نہیں چلتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہی نکلتے ہیں۔ اصول وضوابط کو خاطر میں نہ لانے کا لازمی نتیجہ فساد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

> وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ
> (۲۳ : ۷۱)
>
> اگر حق بھی ان لوگوں کا اتباع کرتا تو آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والوں میں فساد برپا ہو جاتا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے باہمی

معاملات کے لئے اپنی طرف سے ایک ایسا ضابطہ عطا کیا ہے جس کی حدود میں رہتے ہوئے وہ اپنے اختلافی امور میں فیصلے کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس ضابطے کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو پھر کبھی بھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔ مملکت کے امور سے متعلق بے قاعدگی اور بدعنوانی کے خاتمے لئے جو رہنمائی آئی ہے وہ سورہ الاخلاص میں یکجا کر دی گئی ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

کہو کہ اللہ ایک ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی صفات حمیدہ بیان کرتا ہے تو اس سے اپنی ذات کے بارے میں بتانا مقصود نہیں ہوتا کیونکہ اس کی ذات کا نہ تو ہم تصور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسے کسی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق اس کے قوانین کے ذریعے سے ہے اور اللہ کی صفات دراصل اس کے قانون کی صفات ہیں۔ یعنی اللہ کے نام سے قائم ہونے والی مملکت میں ایسے قوانین رائج ہونے چاہیے جو اس کی صفات سے ہم آہنگ ہوں۔ اس طرح مندرجہ بالا آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ کا قانون ایک ہے، اس کا اطلاق سب پر یکساں طور پر ہوگا۔ کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ کبھی بھی بدلے گا نہیں نہ اس میں ترمیم ہوگی۔

اللَّهُ الصَّمَدُ

اللہ بے نیاز ہے

اس صفت کا اطلاق مملکت میں اس طرح ہوگا کہ قانون پر عمل درآمد کرنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ انسانوں کی دنیا میں با اثر لوگ ارباب اختیار کو مختلف ذرائع سے لالچ اور ترغیب دیتے ہیں تاکہ سزا سے بچا جاسکے یا مفادات حاصل ہوسکیں۔ لیکن اللہ کے قانون میں اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ

نہ اس نے کسی کو جنم دیا نہ اسے کسی نے جنم دیا

یعنی اللہ کے قانون میں خونی یا نسبی رشتوں کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر جج کا بیٹا ہو تو وہ سزا سے بچ جائے۔ نہ اقربا پروری کی کوئی صورت نکل سکتی ہے، نہ دوستی اور تعلقات کا لحاظ۔ نہ کسی قسم کا دباؤ یا زبردستی ہوسکتی ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً اَحَدٌ

کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ضابطۂ حیات دیا ہے' وہ مکمل ہے۔ لہٰذا کسی فرد' گروہ یا ملک وغیرہ کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی ضابطہ دے یا منوائے۔ نہ ہی اس میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ کرے۔ اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوگ اپنے تجویز کردہ حل پیش کرتے ہیں جو ہرگز غیر جانبدارانہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان

کا اطلاق ہر زمانے کے انسانوں پر یکساں طور پر ہو سکتا ہے۔ ایسے حل صرف اللہ تعالی کی طرف سے دیے گئے ہیں جو اس کی آخری کتاب میں موجود ہیں۔

یہ عظیم سورت امور مملکت کو احسن طریق سے چلانے اور کسی بھی قسم کی بدعنوانی سے پاک رکھنے کے لئے رہنما اصول پیش کرتی ہے۔ جن ممالک کو فلاحی ریاستیں کہا جاتا ہے وہ انہیں اصولوں پر عمل پیرا ہیں، لیکن جنہیں مسلمان ممالک کہا جاتا ہے وہاں اندازہ ہے کہ سب سے زیادہ اس سورت کو پڑھا جاتا ہے کیونکہ جسے دوسری کوئی سورت نہ آتی ہو وہ نماز میں صرف اسے پڑھتا ہے، لیکن تمام پڑھنے والے اس سے بے خبر ہیں کہ اس میں کونسے اصول دیے گئے ہیں اور ان پر عمل کرنے سے ان کے مسائل ختم ہو جائیں۔

جب ہم اپنے ملک پر نگاہ ڈالتے ہیں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ ان اصولوں کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالی کے احکامات تو دور کی بات ہے، انسانوں کے بنائے ہوئے قانون پر عملدرآمد ہونے کی کہیں صورت نظر نہیں آتی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ جو لوگ خود خلاف ورزیوں کے مرتکب ہوتے ہیں وہ بھی دوسروں کی شکایت کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے کسی کارنامے کو فخریہ بیان کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کی انہیں باتوں پر تنقید کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جن اداروں کے ذمہ قوانین کے نفاذ کو یقینی بنانا ہے' وہ خود ان کی خلاف ورزی میں پیش پیش ہیں۔ ایسے میں قرآنِ کریم پیش کرنے والوں پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے طرزِ عمل کا جائزہ بھی لیتے رہیں تاکہ قول و فعل کا تضاد پیدا نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمار ناصر

آزادی رائے، مغرب اور امت مسلمہ

ڈنمارک کے ایک اخبار میں نبی ﷺ کی توہین اور گستاخی پر مبنی خاکوں کی اشاعت سے عالم اسلام میں احتجاج کی جو طوفانی لہر پیدا ہوئی تھی، جذبات کا کتھارسس ہو جانے کے بعد حسب توقع مدھم پڑتی جا رہی ہے۔ مذہبی قائدین کی توجہ فطری طور پر دوسرے مسائل نے حاصل کر لی ہے اور خدانخواستہ اس نوعیت کے کسی آئندہ واقعے کے رونما ہونے تک، عوامی سطح پر پائے جانے والے مذہبی جذبات بھی بظاہر پرسکون ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے کسی بھی بحران میں امت مسلمہ کی جانب سے اختیار کردہ حکمت عملی کا تجزیہ، غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی، مستقبل کی پیش بینی اور اس حوالے سے کسی ٹھوس لائحہ عمل کی تیاری اگرچہ ہماری روایت کے خلاف ہے، تاہم اس میں کوئی حرج نہیں کہ تازہ واقعے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات و واقعات سے صورت حال کے جو توجہ طلب پہلو ابھر کر سامنے آئے ہیں، ان پر کم سے کم ایک نظر ہی ڈال لی جائے۔

مغرب اور عالم اسلام کے مابین پرامن تعلقات کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید، پیغمبر اسلام، یا مسلمانوں کے مذہبی شعائر کی توہین پر مبنی اس طرح کے واقعات ظہور پذیر نہ ہوں۔ اس ضمن میں بنیادی الجھن یہ ہے کہ مغربی معاشرہ چونکہ ایک خاص فکری ارتقا کے نتیجے میں مذہبی معاملات کے حوالے سے حساسیت کھو چکا ہے، نیز وہاں ریاستی نظم اور معاشرے کے مابین حقوق اور اختیارات کی بھی ایک مخصوص تقسیم وجود میں آ چکی ہے، اس وجہ سے مغربی حکومتیں قانونی سطح پر ایسے واقعات کی روک تھام کی کوئی ذمہ داری اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس صورت حال میں امت مسلمہ کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے؟ اس سوال کے جواب میں اختلاف رائے موجود ہے۔ ایک مکتب فکر کی رائے یہ ہے کہ معروضی حالات میں دعوتی اسپرٹ کے تحت اس طرح کے واقعات کے حوالے سے صبر واعراض سے کام لیا جائے اور اسلام کا پیغام مثبت طریقے سے مغربی دنیا تک پہنچانے پر اکتفا کی جائے۔ دوسرا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اس

ضمن میں امت مسلمہ کی حساسیت کومغرب اور اسلام کے مابین تعلقات کے حوالے سے باقاعدہ ایشو بننا چاہئے اور مغرب کو عالم اسلام کا موقف سننے' اس پر غور کرنے اور اس کو وزن دینے پر حتی الوسع مجبور کرنا چاہئے۔ ہم اس اختلاف کوحکمت عملی کا اختلاف سمجھتے اور اس حوالے سے دونوں نقطہ ہائے نظر کے مابین تفصیلی مباحثہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تاکہ دونوں لائحہ ہائے عمل کے مضمرات پوری طرح سامنے آسکیں۔ تاہم ہماری ناقص رائے میں دوسری اپروچ زیادہ عملی اور امت مسلمہ کے جذبات و نفسیات کے زیادہ قرین ہے۔

اگر عالم اسلام سیاسی و اقتصادی لحاظ سے اس پوزیشن میں ہوتا کہ مغرب کو اپنا موقف ''سمجھا'' سکے تو معاملہ نسبتاً آسان ہو جاتا' لیکن جیسا کہ واضح ہے' یہ سردست میسر نہیں۔ حالیہ واقعات نے' البتہ' مسئلے کے ایک اور پہلو کو نمایاں کیا ہے اور وہ یہ کہ مغربی معاشرے کے نمایاں اور فہیم طبقات نے' بالعموم' اس مسئلے کے حوالے سے امت مسلمہ کے ساتھ اخلاقی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ پر زور دیا ہے کہ وہ کسی بھی مذہبی گروہ کے جذبات کوٹھیس پہنچانے سے گریز کریں۔ اس ضمن میں یورپی پارلیمنٹ کی منظورہ کردہ قرارداد کو ہمارے خیال میں اہل مغرب کے عمومی زاویہ نگاہ کا ترجمان قرار دیا جا سکتا ہے۔ یورپی پارلیمنٹ کی قرارداد میں ذرائع ابلاغ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ آزادی رائے کے حق کو انسانی و مذہبی حقوق کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے استعمال کریں۔ قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ آزادی رائے کے حق کے استعمال کے نتیجے میں اگر کسی فرد یا گروہ کے جذبات کوٹھیس پہنچتی ہے تو اسکی تلافی کے لئے اسے عدالت کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس مقصد کے لئے (قرارداد کے بقول) یورپی ممالک میں نافذ موجودہ قوانین کافی ہیں۔

یہ ردعمل بدیہی طور پر اس ردعمل سے مختلف ہے جو مغربی دنیا نے سلمان رشدی کے معاملے میں ظاہر کیا تھا۔ غور کیا جائے تو اس کا سبب خود ہماری حکمت عملی میں پوشیدہ ہے۔ سلمان رشدی کے معاملے میں مغرب کی اخلاقی حس کو اپیل کرنے کے بجائے اس کے قانونی دائرہ اختیار کو چیلنج کرتے ہوئے رشدی کے قتل کا فتویٰ صادر کیا گیا تھا' جبکہ حالیہ واقعے میں ہم نے عالمی فورم پر یہ مسئلہ اصلاً اخلاقی سطح پر اٹھایا۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ بعد میں رونما ہونے والے پرتشدد واقعات کے باوجود مغربی دنیا معاملے کو اخلاقی زاویے ہی سے دیکھنے پر مجبور ہوئی اور امت مسلمہ کا موقف اور جذبات ایک حد تک اہل مغرب تک پہنچ سکے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اہل مغرب کی عمومی اخلاقی حس اور عالم اسلام کے ساتھ پرامن تعلقات کے قیام کی خواہش کو' جو وسیع پیمانے پر پائی جاتی ہے' حکمت اور دانش کے ساتھ وسیلہ بنایا جائے تو مغربی معاشرے میں مذہبی نوعیت کی نہ سہی' سیاسی و مفاداتی

نوعیت کی سہی، وہ حساسیت پیدا کی جاسکتی ہے جس کا فقدان اس وقت عالم اسلام کے احساسات و جذبات کی کماحقہ رعایت میں مانع ثابت ہو رہا ہے۔

تازہ صورت حال کا ایک اور مثبت اور قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ اس نوعیت کے گزشتہ واقعات کی طرح، اس واقعے کے بعد بھی مغربی عوام میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں مزید جاننے اور بہتر واقفیت حاصل کرنے کے جذبے کو مہمیز ملی ہے۔ امریکی مسلمانوں کی تنظیم ''کیر'' (Council for American-Islamic Relationship) کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں بتایا گیا ہے کہ حالیہ بحران کے بعد جب کونسل نے نبی ﷺ کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کرنے کی ایک مہم کا آغاز کیا تو صرف 48 گھنٹے کے اندر امریکہ اور کینیڈا سے 1600 پیغام موصول ہوئے جن میں نبی ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی گئی تھی۔ گزشتہ سال مئی 2005ء میں امریکی فوجیوں کی جانب سے گوانتاناموبے میں قرآن مجید کی بے حرمتی کے واقعات سامنے آئے تو اس موقع پر بھی ''کیر'' نے قرآن مجید کے مترجم نسخے پھیلانے کی مہم شروع کی اور ہزاروں امریکیوں نے قرآن مجید کا نسخہ حاصل کرنے کے لئے کونسل کے ساتھ رابطہ کیا۔ امت مسلمہ اور بالخصوص دیار مغرب کے مسلمانوں کو مغربی دنیا میں پیدا ہونے والے اس تجسس اور جذبہ جستجو کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور اس فضا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکمت اور دانش کے ساتھ اسلام اور پیغمبر اسلام کی اصل تصویر اہل مغرب کے سامنے پیش کرنی چاہئے۔

یہ تو وہ پہلو ہیں جن کا تعلق اسلام اور مغرب کے باہمی روابط سے ہے۔ اس کے علاوہ امت مسلمہ کی داخلی صورت حال اور رویے کے حوالے سے بھی چند امور قابل توجہ، بلکہ درست تر الفاظ میں قابل اصلاح ہیں:

پہلی چیز ہے کہ دنیا کو اخلاقیات کا درس دینے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنے گھر کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ دوسرے مذہبی گروہوں کے جذبات کے احترام کے حوالے سے خود ہماری اخلاقی صورت حال کیا ہے۔ افسوس ہے کہ اس ضمن میں کوئی اچھی مثال دینے کے لئے بالعموم ماضی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ہماری تاریخ کے دور اول نے یہ منظر بھی دیکھا کہ فتح اسکندریہ کے موقع پر جب کسی مسلمان سپاہی کے پھینکے ہوئے تیر سے سیدنا مسیح علیہ السلام کی تصویر کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تو اسلامی لشکر کے سپہ سالار عمرو بن العاص نے 'قصاص' کے لئے اپنی آنکھ پیش کر دی، اور اب دور زوال میں ہم نے اس ''اجتماعی اخلاقیات'' کا مظاہرہ بھی کیا کہ خالص سیاسی محرکات کے تحت دنیا کے ایک بڑے مذہب کے بانی گوتم بدھ کے مجسمے تباہ کئے گئے تو اسے بت شکنی کی روایت کا احیاء قرار دے کر اس پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے گئے۔ ہمارے ہاں

ایک مذہبی گروہ کے ''پیغمبر'' کے بارے میں تضحیک، تمسخر اور توہین پر مبنی جو لٹریچر شائع ہوتا اور مذہبی جلسوں میں جو زبان معمول کے طور پر استعمال کی جاتی ہے، وہ ہماری اخلاقی سطح کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوسری چیز، جو اہمیت کے لحاظ سے کسی طرح بھی پہلی سے کم نہیں، یہ ہے کہ اہل اسلام نے، کم از کم مغرب میں رونما ہونے والے واقعات پر ردعمل ظاہر کرنے کے حوالے سے، توہین رسالت کو جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی تک محدود کر رکھا ہے۔ مغرب میں سیدنا مسیح علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کے بارے میں بھی توہین اور گستاخی کا رویہ موجود ہے اور اس کا اظہار مختلف واقعات کی صورت میں ہوتا رہتا ہے، لیکن ہمارے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ امت مسلمہ نے، امت کی سطح پر نہ سہی، انفرادی یا اداراتی سطحوں پر ہی اس حوالے سے غم و غصے کے جذبات اہل مغرب تک پہنچانے کی کوشش کی ہو۔ اللہ کے پیغمبروں کے مابین یہ تفریق اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مذہبی و سیاسی مخاصمت ہماری نفسیات پر اس درجے میں اثر انداز ہو چکی ہے کہ ہم نے ''اپنے'' پیغمبر اور ''ان کے'' پیغمبروں کے مابین بھی حد فاصل قائم کر لی ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ ہمیں توہین و تضحیک اور تنقید کے مابین فرق کو ہر حال میں ملحوظ رکھنا ہوگا۔ توہین و تمسخر کا جواب تو یقیناً اعراض یا پرامن احتجاج ہے، لیکن اسلام یا پیغمبر اسلام پر کی جانے والی کوئی تنقید اگر علمی یا استدلالی پہلو لئے ہوئے ہے تو اس کو اسی زاویے سے دیکھنا چاہئے۔ ہماری رائے میں قرآن کے مقابلے میں کسی کا 'الفرقان' پیش کرنا قرآن کی توہین نہیں بلکہ اس پر تنقید ہے، اور اس پر احتجاج کرنا ایک بے معنی بات ہے۔ اپنے جیسا کلام پیش کرنے کا چیلنج خود قرآن نے جن و انس کو دے رکھا ہے اور اگر کوئی شخص اس چیلنج کے جواب میں کوئی کاوش کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ اگر ہمارا قرآن مجید کے ایک معجز کلام ہونے کا دعویٰ محض اعتقادی نہیں ہے تو پھر کسی کو اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس طرح کی کوئی بھی کوشش قرآن کے چیلنج کو مزید موکد کرنے کے سوا اور کوئی خدمت انجام نہیں دے سکے گی۔

(بشکریہ ماہنامہ الشریعہ، اپریل 2006ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور الحسن

اسلام اور مصوری

(جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم پر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فکر و عمل میں حسن و خوبی کی جستجو اس کی خلقت کا لازمی تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شر کے مقابلے میں خیر کا طالب اور سیئات کے برعکس حسنات کا تمنائی ہے۔ وہ نفرت، جھوٹ، ظلم اور بے انصافی کے بجائے اخلاص و محبت، صدق و صفا اور عدل و انصاف کا داعی اور ظلمت کے بجائے نور، تعفن کے بجائے خوشبو اور بدنمائی کے بجائے رعنائی کا مشتاق ہے۔ تہذیب و تمدن کا ارتقاء درحقیقت حسن و خوبی کی جستجو ہی کی داستان ہے۔ اس کا لفظ لفظ بتا رہا ہے کہ انسان نے ہمیشہ بہترین کا انتخاب کیا ہے۔ نشو و نما کے لئے اسے غذا کی ضرورت تھی۔ وہ اسے خار و خس اور ساگ پات سے بھی پورا کر سکتا تھا، مگر اس نے انواع و اقسام کے خوش ذائقہ کھانوں کو دسترخوان پر سجایا۔ ستر پوشی اس کی حیا کا تقاضا تھا، یہ بوریا اوڑھ کر اور ٹاٹ لپیٹ کر بھی پورا ہو سکتا تھا، مگر اس نے ریشم و دیبا اور اطلس و کمخواب کا انتخاب کیا۔ رہنے بسنے کے لئے اسے مسکن درکار تھا، اس کا بندوبست جنگلوں اور صحراؤں میں غاروں، خیموں اور جھونپڑیوں کی صورت میں بھی ہو سکتا تھا، مگر اس نے شہر آباد کئے اور ان میں عالی شان محلات آراستہ کئے۔ میل جول میں اسے ابلاغ مدعا کی ضرورت تھی۔ یہ اشاروں سے نہ سہی تو سادہ بول چال سے بھی کیا جا سکتا تھا، مگر اس نے کلام کے ایسے اسالیب وضع کئے کہ زبان شعر و ادب کے قالب میں ڈھل گئی۔

انسان کی اس تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے ہر اقدام میں حسن و خوبی کا خوگر ہے۔ اس کی ظاہری و باطنی حسیات اور ان کے لوازم اس کے ذوقِ جمال کے آئینہ دار ہیں۔ چنانچہ یہ اس کا حسنِ بیان ہے کہ وہ لفظوں کو مرتب کرتا اور ان کے آہنگ اور معانی کی تاثیر سے اشعار تخلیق کرتا ہے، یہ اس کا حسنِ صوت ہے کہ وہ آواز میں درد و سوز اور لحن و غنا پیدا کرتا اور اس کے زیر و بم سے راگ اور سُر ترتیب دیتا ہے، یہ اس کا حسنِ سماعت ہے کہ وہ اپنے ماحول کی آوازوں سے مسحور ہوتا اور انہیں محفوظ کرنے کے لئے ساز تشکیل دیتا ہے اور یہ اس کا

حسنِ نظر ہے کہ وہ قدرت کی رعنائیوں سے مسرور ہوتا' گرد و پیش کی تزئین و آرائش کرتا اور رفتہ کی یادگاروں' حاضر کے نظاروں اور آئندہ کے تصورات کو تصویروں میں ڈھالتا ہے۔ حسنِ بیان' حسنِ صوت' حسنِ سماعت اور حسنِ نظر کی صورت میں انسان کا یہی ذوق جمالیات جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو فن کا مقام حاصل کرتا ہے اور شاعری' موسیقی اور مصوری سے موسوم ہوتا ہے۔ شعر و ادب' ساز و سرود اور تصویر و تمثیل سے متعلق انہی فنون کے مجموعے کا عنوان فنون لطیفہ ہے۔ یہ انسان کی نفسی تسکین کا باعث بنتے اور اس کے جمالیاتی وجود کے لئے حظ و نشاط کا سامان کرتے ہیں۔

فنون لطیفہ مباحات فطرت میں سے ہیں' اس لئے ان کی اباحت میں کوئی شبہ نہیں ہے' مگر ان میں سے موسیقی اور مصوری کے بارے میں بالعموم یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت انہیں حرام قرار دیتی ہے۔ ہمارے نزدیک اس تصور کے لئے شریعت میں کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ دین میں کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کے لئے فیصلہ کن حیثیت قرآن و سنت کو حاصل ہے۔ ان کی سند کے بغیر شریعت کی فہرست حلت و حرمت میں کوئی ترمیم و اضافہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایمان کا تقاضا ہے کہ جن امور کو یہ جائز قرار دیں' انہیں پورے شرح صدر کے ساتھ جائز تصور کیا جائے اور جنہیں ناجائز قرار دیں' فکر و عمل کے میدان میں ان کے جواز کی کوئی راہ ہرگز نہ ڈھونڈی جائے۔

☆☆☆

دین کے مصادر میں فن مصوری کے مختلف مظاہر کا ذکر مثبت اسلوب میں آیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کے ایک برگزیدہ نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تصویریں اور مجسمے بنوانے کا تذکرہ ہے۔ بائبل میں انہی جلیل القدر پیغمبر کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر اور اللہ کی عبادت گاہ کو تصویروں اور مجسموں سے مزین کیا تھا۔ حدیث کی کتابوں میں نقل ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے اس فن کی بعض مصنوعات سے بالعموم گریز فرمایا' تاہم عام لوگوں کے لئے آپ نے ان کے استعمال پر اصلاً کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ان روایتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گریز کا سبب آپ کا طبعی میلان اور منصب نبوت کی ذمہ داریاں تھیں۔

ان ماخذ میں فن مصوری کی بعض اصناف کی شناعت بھی مذکور ہے' مگر اس کا تعلق سرتاسر مشرکانہ تماثیل و تصاویر سے ہے۔ قرآن مجید نے پوجی جانے والی تماثیل ہی کی مذمت فرمائی ہے' بائبل میں ایسی مورتیں بنانے سے منع کیا گیا ہے جن کی پرستش کی جاتی تھی اور احادیث میں بھی معبود ٹھہرائے جانے والے مجسموں اور ان کی تصویروں اور شبیہوں کو مذموم قرار دیا گیا ہے اور انہیں بنانے والے مصوروں کے بارے میں اخروی عذاب کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس بنا پر یہ بات نہایت اطمینان سے کہی جاسکتی ہے کہ

تماثیل و تصاویر کی یہ شناعت علی الاطلاق نہیں، بلکہ اس کے بعض مظاہر کے شرک سے متعلق ہونے کی وجہ سے ہے۔

اس ضمن میں ہمارے بیشتر علماء اور فقہا کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جان دار مخلوقات کی تصاویر حرام اور بے جان کی جائز ہیں۔ اس کی اساس ان کے نزدیک وہ روایات ہیں جن میں اللہ کی مخلوق کے مشابہ مخلوق بنانے کی مذمت کی گئی ہے اور ایسی تصویریں اور مجسمے بنانے سے منع کیا گیا ہے جن میں روح پائی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ نقطۂ نظر مذکورہ روایتوں کے صحیح فہم پر مبنی نہیں ہے۔ ان روایتوں کو اگر دیگر روایات اور تاریخی پس منظر کی روشنی میں سمجھا جائے تو ف یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ممانعت صرف اور صرف مشرکانہ تصویروں کے ضمن میں ہے۔ مشرکین عرب بعض مخصوص مجسموں میں فرشتوں، جنوں اور انسانوں کی روحوں کے حلول کے قائل تھے اور انہیں حی و قیوم اور نافع و ضار سمجھ کر ان کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان مجسموں کو اور ان کی شبیہ پر بننے والی تصویروں کو اللہ کی مخلوق جیسی مخلوق بنانے سے تعبیر کیا اور انہیں بنانے اور گھروں میں رکھنے سے منع فرمایا۔

اس تناظر میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دیگر فنون لطیفہ کی طرح فن مصوری بھی مباحات فطرت میں سے ہے۔ اسلامی شریعت نے اس کی فطری اباحت کی تائید کی ہے اور اس کی حرمت و شناعت کا کوئی حکم صادر نہیں کیا۔ چنانچہ مجسمہ سازی، تصویر کشی، کندہ کاری، نقاشی اور اس نوع کے دیگر فنون مصوری بجا طور پر استعمال کئے جا سکتے اور تہذیب و تمدن کے ارتقا میں ان کی صنعتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک قرآن، بائبل اور احادیث میں مذکور ان کے بعض مظاہر کی شناعت کا تعلق ہے تو اس کا سبب ان کا مشرکانہ مراسم کے لئے مستعمل ہونا ہے۔ کسی صنف کو اگر لوگ غیر دینی اور غیر اخلاقی مقاصد کے لئے استعمال کریں گے تو اسے لازماً شنیع قرار دیا جائے گا، مگر ظاہر ہے کہ یہ شناعت اس صنف سے نہیں، بلکہ دینی و اخلاقی مفاسد سے متعلق ہوگی۔ یہ مفاسد جب تک اس صنف کے ساتھ وابستہ رہیں گے، شناعت قائم رہے گی اور جب منفک ہو جائیں گے تو شناعت بھی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ مصوری کے مظاہر کی حرمت و اباحت کا تعلق ان کے جان دار اور بے جان یا حیوان ہونے سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق اصلاً دینی و اخلاقی عوارض سے ہے۔ یہ عوارض اگر کسی شبیہ یا تصویر میں موجود ہیں تو وہ جان دار کی ہے یا بے جان کی، بہرصورت شنیع قرار پائے گی اور اگر وہ ان سے خالی ہے تو شجر و حجر کی ہے یا انسان و حیوان کی، ہر حال میں مباح ہوگی۔

قرآن مجید اور مصوری

ولسلیمٰن الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر واسلنا لہ عین القطر ومن الجن من یعمل بین

یدیه باذن ربهٖ ومن یزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعیرo یعملون له ما یشاء من محاریب و تماثیل وجفان کالجواب وقدور رٰسیٰت اعملوا اٰل داود شکراً و قلیل من عبادی الشکور۔

(السبا34:12-13)۔

''اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ اس کا جانا بھی مہینا بھر کا ہوتا اور آنا بھی مہینا بھر کا ہوتا اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں سے بھی اس کے لئے مسخر کر دیے جو اس کے رب کے حکم سے اس کے حضور میں خدمت کرتے (اور ان کے لئے ہمارا حکم یہ تھا کہ) جو ان میں سے ہمارے حکم کی سرتابی کرے گا تو ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔ وہ اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا: محرابیں' تماثیل' حوضوں کے مانند لگن اور لنگر انداز دیگیں۔۔۔ اے آل داؤد' شکر گزاری کے ساتھ عمل کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہی ہیں''۔

سورۂ سبا کے اس مقام پر ان انعامات کا ذکر ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سیدنا سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک انعام یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض جنات کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے تابع فرمان تھے اور آپ کی خواہش کے مطابق مختلف خدمات انجام دیتے تھے۔ آپ نے انہیں جن کاموں پر مامور فرمایا' ان میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ آپ کے لئے تماثیل یعنی تصویریں اور مجسمے بناتے تھے۔[1]

سورۂ سبا کی ان آیات سے مصوری کے بارے میں حسب ذیل باتوں کی وضاحت ہوتی ہے:

اولاً: اللہ کے ایک برگزیدہ پیغمبر نے اپنے تابع فرمان جنوں سے تصویریں اور مجسمے بنوائے۔ پیغمبر چونکہ اللہ کی براہ راست راہنمائی میں زندگی بسر کرتا ہے' اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ اس سے شعوری طور پر کوئی غیر مباح عمل صادر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا یہ عمل تصویر کی اباحت پر دلیل قاطع ہے۔

ثانیاً: سیدنا سلیمان علیہب السلام کے اس عمل کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے۔ یہ کتاب برحق ہے۔ یہ اگر کسی واقعے کی تصدیق کر دے تو اس کے بارے میں شک وشبہے کا ہر احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کا مذکورہ واقعے کو بیان کر دینا ہی اس کی صحت کی دلیل ہے۔ مزید براں قرآن کے اس ذکر سے ان تفصیلات کی بھی تصدیق ہوتی ہے جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کردہ ہیکل اور محل میں تصویروں اور مجسموں کے حوالے سے تورات میں بیان ہوئی ہیں۔[2]

---

[1] 'تماثیل' 'تمثال' کی جمع ہے۔ یہ لفظ حیوانات اور جمادات ونباتات کی صورت میں تمام مخلوقات کی تصویروں اور مجسموں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ [2] تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں اور مجسمے حیوان اور غیر حیوان' دونوں طرح کی مخلوقات کے تھے اور سیدنا سلیمان علیہ السلام نے انہیں ہیکل اور اپنے محل کی تعمیر کے موقع پر بنوایا تھا۔ (سلاطین 30:27,30:18)۔

ثالثاً: ان آیات میں تماثیل کے ساتھ یکساں طور پر محرابیں، حوضوں کے مانند لگن اور لنگر انداز دیگیں بنانے کا ذکر ہوا ہے۔ اس یکساں ذکر کی وجہ سے مذکورہ چار چیزوں پر باہم مختلف حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں فلاں چیز جائز ہے اور فلاں ناجائز ہے۔ جواز کا حکم لگانا ہے تو سبھی پر لگے گا اور عدم جواز کے حکم کا اطلاق کرنا ہے تو سبھی پر ہوگا۔ چنانچہ یہاں اگر محرابوں، لگنوں اور دیگوں کے جواز کا حکم مستنبط ہوتا ہے تو تماثیل کو اس حکم سے ہرگز خارج نہیں کیا جا سکتا۔

رابعاً: تماثیل کا لفظ حیوان اور غیر حیوان، دونوں کی تصویروں اور مجسموں پر محیط ہے۔ اس مفہوم کی بنا پر یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ جب یہ لفظ مجرد طور پر استعمال ہو تو اس کے مفہوم سے حیوانات کی تصویروں کو ہرگز خارج نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں یہ لفظ کسی تخصیص کے بغیر استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرین قیاس یہی ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے حیوان اور غیر حیوان، دونوں طرح کی مخلوقات کی تصویریں اور مجسمے بنوائے تھے۔

خامساً: آیت کے اختتام پر ''اے آل داؤد، شکر گزاری کے ساتھ عمل کرو'' کے الفاظ سے واضح ہے کہ مذکورہ چیزیں انعامات ہی کی نوعیت کی تھیں۔ اللہ کی شکر گزاری اس کے فضل و انعام ہی سے مستلزم ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی آیت کے ان الفاظ کے تحت لکھتے ہیں:

> ''یہ اس فضل و انعام کا بیان ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر فرمایا۔ ان کو ہدایت ہوئی کہ اس علم و سائنس اور ان ارضی و سماوی برکات کو پا کر بہک نہ جانا، بلکہ اپنے رب کی شکر گزاری کے ساتھ ہر چیز اس کے صحیح محل میں برتنا اور ہر قدم صحیح سمت میں اٹھانا۔ یہ نصیحت یوں تو اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت زبان حال سے بھی کرتی ہے، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر تھے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے بھی ان کو ہدایت فرمائی''۔ (تدبر قرآن 6:305)۔

سادساً: قرآن مجید نے اس موقع پر تماثیل کی حرمت و شناعت کا کوئی اشارہ نہیں دیا۔ چنانچہ یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ یہ سابقہ شریعتوں میں جائز اور اسلامی شریعت میں ناجائز ہیں۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو قرآن اسی مقام پر یا کسی دوسرے مقام پر شریعت کی اس تبدیلی کو ضرور بیان کرتا۔

ان نکات کی بنا پر یہ بات نہایت اطمینان سے کہی جا سکتی ہے کہ قرآن مجید سے مصوری کی اباحت ہی معلوم ہوتی ہے۔

(بشکریہ اشراق۔۔ بابت جنوری ۲۰۰۵ء)

نوٹ: فنونِ لطیفہ سے متعلق علامہ پرویزؒ کا تحریر کردہ مقالہ ''آرٹ اور اسلام'' پمفلٹ کی شکل میں ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

VOICE OF YOUTH

سندس یوسف

23 مارچ 1938ء

(نوٹ: 23 مارچ کے حوالے سے بزمِ طلوعِ اسلام کراچی صدر میں 12 سالہ بچی نے درجِ ذیل تقریر کی۔)

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستیِ گفتار
شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
افکار میں سرمست' نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جسکے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار

معزز سامعین!

کوئی قوم ایک مضبوط نظریۂ حیات کے بغیر زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ پاکستان دوقومی نظریے کی اساس پر وجود میں آیا۔ یہ نظریہ آفاقی ہے جو پوری نوعِ انسانی کو دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک **”الذین آمنو و عملو الصالحات“** جو وحی پر ایمان لا کر اس پر عمل پیرا ہوتا ہے اور دوسرا وہ گروہ جو اس سے کفر اور روگردانی اختیار کرتا ہے۔

پاکستان کے نام پر یہ مملکت اسی نظریے کی تجربہ گاہ بنانے کی خاطر وجود میں آئی۔ اس کے پس منظر میں علامہ اقبالؒ کی ”نیم شب کی بے خوابیاں“ اور قائداعظم کی ان تھک محنت شامل ہے۔

محترم سامعین! آج ہم تاریخ کے انتہائی اہم اور نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ہم اس بلند نظریہ حیات کی اساس بھلا بیٹھے ہیں اور اپنی بنیاد کھو چکے ہیں۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟ ہم نے سنجیدگی سے اس پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اللہ جل شانہ کے اس فرمان کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ ”مومن تو وہ ہیں کہ جب ان پر ان کے رب کی آیات بھی تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ اس پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گر پڑتے (۲۵/۷۳)۔ ہم نے سوچ بچار کا

طریقہ ترک کر دیا' چند رسوم کی اندھی تقلید کو اپنا لیا اور تنقید کے بہترین طریقِ احتساب کو چھوڑ دیا۔ ؎

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار' وہ کردار' تو ثابت' وہ سیارہ

محترم سامعین! آیئے دیکھتے ہیں کہ مغربی محققین اسلام کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جو ملوکیت کی گود میں پلا بڑھا اور ہم تک پہنچا۔۔۔ پروفیسر برنارڈ لیوس جو ایک مکتبہ فکر کے سرخیل ہیں' مسلمانوں کے دورِ ملوکیت کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سیاسی اسلام میں بنیادی قسم کی خامیاں ہیں۔ شریعت کی پاسداری' آمریت کے لئے نرم گوشہ' خواتین کے ساتھ امتیازی ظالمانہ سلوک وغیرہ ایسی برائیاں ہیں جو مسلمانوں کو مہذب جمہوری معاشرہ بننے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمان مغرب کی طرح ترقی کرنا چاہتا ہے تو اسے مذہب کو الوداع کہنا ہوگا۔

ان کے مدمقابل ایک دوسرا مکتبہ فکر بھی ہے جن کا خیال ہے کہ اسلام پسندوں سے مغرب کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو اقتدار میں آنے دیا جائے وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھیں گے کیونکہ ان کے اندر حکومت کرنے کی صلاحیت ناپید ہے اور پھر طبعی طور پر اپنے مسائل کے حل کے لئے سیکولر اقدار کی طرف رجوع کریں گے۔

محترم سامعین! وہ مسلمانوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جدیدیت حاصل کرنے کی کوشش میں اصلاحات اور انقلابات کے ذریعے تمام تر توجہ فوجی قوت بڑھانے' معاشی ترقی اور سیاسی بہتری پر لگا دی گئی مگر نتیجہ مایوسی ہی نکلا۔ ہتھیار' فیکٹریاں' سکول اور پارلیمان بھی مسلمانوں کی رفعت و عظمت واپس نہ لا سکے۔

مغربی محقق یہ بھی انکشاف کرتا ہے کہ اگر اسلام سائنس' آزادی اور معاشی ترقی کا دشمن تھا تو مسلمان ماضی میں ان تینوں میدانوں میں کیوں سب سے آگے تھا۔ ؎

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا
نازشِ موسمِ گل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا' اللہ کا سودائی تھا
کبھی محبوب تمہارا یہی ہرجائی تھا

اسی بنا پر کچھ لوگوں نے مختلف طریقے سے یہ سوال اٹھایا مثلاً یہ نہیں کہ اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا بلکہ ''مسلمانوں نے اسلام کے ساتھ کیا کیا؟''۔

محترم سامعین! دراصل ان لوگوں کو یہ بتا دینے کی ضرورت ہے کہ یہ شریعت جو دورِ ملوکیت میں بنائی گئی ہے یہ نظام سلطنت چلانے کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کے انفرادی مسائل حل کرنے کے لئے تھی۔ ظاہر ہے کہ آج تک اس طرح کی بنیاد پر ہم کوئی حکومتی ڈھانچہ کھڑا نہیں کر سکے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ

؎ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

محترم سامعین! آج ہم اللہ کے قانون مکافاتِ عمل کا

شکار ہیں۔ آج بھی اگر ''توبہ'' کر لیں اور اپنی طرف بڑھتے ہوئے عذاب کو بھانپ لیں تو قومِ یونسؑ کی طرح عذاب ٹل سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم اپنی اساس اور اپنی بنیاد پر لوٹ آئیں۔ یعنی صرف اور صرف قرآن پر۔۔ جو دوقومی نظریے کا ضامن ہے۔ مگر صد افسوس! آج تک ہم نے قرآن کو اپنی رسوم ورواج' خواہشات' دورِ ملوکیت کی روایات کے ذریعے محجور بنا رکھا ہے۔ آج مسلمان خانقاہوں میں ''ذکر وفکرِ صبح گاہی'' میں سرمست ہے۔ فرقوں گروہوں میں بٹ کر باہم دگر دست وگریباں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغرب کے دانش کدوں سے وہ آواز آرہی ہے جسے ہم صدیوں سے پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ کہہ رہے کہ تم اس لئے ناکام ہوئے کہ تم نے عورتوں کو ان کے جائز مقام سے محروم کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم نے آمریت کو اپنی شریعت بنالیا ہے اور سٹیٹ کی طرف سے ڈھائے جانے والے ہر ظلم کو اپنا مقدر سمجھ لیا ہے۔ انسانوں کی آزادئ فکر وعمل پر پہرے بٹھا دیے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کی تاویل دولت کو جمع کر کے چند فیصد خیرات کر لی ہے اور ''العفو'' سے منہ موڑ لیا ہے۔

اقوام سابقہ کی تباہی کے جو اسباب قرآن بیان کرتا ہے مسلمان معاشرے ان میں بری طرح لت پت ہیں۔ طبقاتی تفریق' آمر ومتکبر اربابِ سیاست' استحصالی نظامِ سلطنت' معاشرتی اور معاشی ناانصافی' قانون ایسا جو کمزوروں کے لئے آہنی اور طاقتوروں کے لئے مکڑی کا جال۔۔ اس ظالمانہ اور استبدادی نظام کا محافظ ''ہامان'' کا نمائندہ مذہبی رہنما ہے۔ جو غریبوں' کمزوروں اور مظلوموں کو دن رات محراب ومنبر سے درس دیتا ہے کہ یہ تفریق وتقسیم اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ اور یہ کہ وقت کے فرعون وقارون تمہاری مظلومیت اور بھوک کے ذمہ دار ہرگز نہیں' اللہ کی مشیت میں دم مارنے کی کسی کو جرأت نہیں۔

حاضرین! قرآن ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ ظلم وناانصافی پر مبنی غیر قانونی نظام قائم کرنے والے ظالم ہیں' فاسق ہیں' کافر ہیں۔ اس کے خلاف جدوجہد نہ کرنے والے اور حالات سے سمجھوتا کرنے والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے دہرے عذاب کا اعلان کر رکھا ہے۔

حاضرین! پاکستان کے عوام نے پاکستان بنایا۔ انہیں خدا نے اقبالؒ اور قائدؒ کا پاکستان بنانے کی پوری صلاحیت عطا کی ہے۔ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ قائدؒ کی جیب کے ''کھوٹے سکوں'' سے عوام کی گردن آزاد کرائی جائے۔ نظریۂ پاکستان ان کھوٹے سکوں کی مفاد پرستی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے جاگیردار اس نظریے کے بارے میں مذہبی راہنماؤں کی ملی بھگت سے عوام کے اندر الجھاؤ پیدا کر رہا ہے۔

قائداعظمؒ کی بنائی ہوئی آئینی کمیٹی نے اس سپونگلے کے خاتمے کی تجویز اپنی سفارشات میں مرتب کر لی تھی مگر بدقسمتی سے قائد کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کمیٹی کو اس کی سفارشات سمیت غائب کر دیا گیا پھر ان کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ یہ سپونگلا خوفناک اژدھا بن گیا۔ محنت کش اور باصلاحیت عوام کی آزادی

پر اور ملک کے تمام ذرائع پیداوار پر اس نے اپنا خونی پنجہ گاڑھ دیا۔

مشرقی پاکستان کے غیر جاگیردار مجیب الرحمٰن کو اکثریت کے باوجود حکومت نہ دے کر پاکستان کو دولخت کر دیا گیا۔ ترقی کا یہ دشمن، فرعون کا پیروکار، عوام کو فرقوں میں تقسیم کر کے تعصب اور نفرت پھیلا کر آپس میں لڑانا چاہتا ہے۔

آیئے اب ہم نے قرآن اور سیرت کو اپنی تلوار بنانا ہے اور اس تلوار سے اس اژدھے کا خاتمہ کرنا ہے جو ہماری آزادی کا دشمن ہے اور ان زنجیروں کو توڑ ڈالنا ہے جو ہماری سوچ کو محدود کرتی ہیں اور محض رسم و رواج کا پیروکار بناتی ہیں اور اسی تلوار کے ذریعے اس کرہ ارض پر محبت اور صلح کے جھنڈے گاڑنے ہیں اور جہاں کہیں ظالم اور استبدادی نظام قائم ہے اسے ملیامیٹ کر دینا ہے۔ مغرب اور تمام دنیا پر واضح کر دینا ہے کہ ہم میں حکومت کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور تمام مکتبہ ہائے فکر کو یہ کہنے پر مجبور کرنا ہے کہ ہم دین کو الوداع نہیں کہیں گے بلکہ اپنی سیاست میں دین کے اصولوں کو شامل کر کے ثابت کر دیں گے کہ ہم وہ سچے مسلمان ہیں جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ''جب ان کو اللہ کی زمین میں حکومت ملتی ہے تو نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ قائم کرتے ہیں''۔ اور یہ سب ہم ہی میں سے کسی کو کرنا ہے۔ مجھے اور آپ کو ہی موسیٰ بن کر فرعون کو غارت کرنا ہے، حضرت حسینؓ کی صلاحیت پیدا کر کے موجودہ یزید کو شکست دینی ہے اور حق کا نعرہ بلند کرنا ہے اور ہم سب نے اپنی زندگی کے مقاصد کو بلند کر کے اللہ رب العزت کا ہاتھ (یداللہ) بننا ہے، اقبال کا شاہین بننا ہے اور اپنے علم اور اپنے عمل کی تلوار سے دنیا میں فتح کے جھنڈے گاڑھنے ہیں۔ ؎

بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورتِ مینا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

PAKISTAN EARTHQUAKE 2005

By

Dr. Mahmood-ul-Hasan Wain

Dr. Mahmood-ul-Hasan Wain is a member of the Bazm-e-Tolu-e-Islam, London. He takes active interest in its welfare activities. Last year in October, when a severe earthquake occurred in the northern regions of Pakistan and Kashmir causing wide spread damage and destruction, the Bazms and the Idara of Tolu-e-Islam were activated in helping the victims in their own quiet way. The Idara Tolu-e-Islam donated Rs. 1,102,210/- towards the President's Relief Fund. In this connection, the report of the services rendered by Dr. Mahmood-ul-Hasan, is being presented for the readers in his own words.

The photographs with this reference are being presented in the inner side of the back title page. (Editor)

===============

During the last two years there were many natural disasters around the world but most recent and the worst devastating of all, was the earthquake in northern Pakistan and Kashmir in October last year. The whole area was flattened and many towns and cities annihilated as was witnessed by the whole world. The outpouring of aid especially by Pakistani community was phenomenal. I offered my services to our brethren with the help of our friends and community in the UK.

It was a lucky coincidence that our 40 foot container full of medical equipment and supplies reached Lahore two weeks before the earthquake__ In such circumstances logistics and timing are vital and we were lucky to have both on our side. Within a week of the quake we arranged the supplies to be transported from Lahore to Abbottabad and also collected around £ 15000.00 from our community and still more came afterwards.

We established a surgical unit in INOR Hospital, a brand new state of the earthquake-proof facility, next to the Ayub Medical Complex in Abbottabad on the 16th of October.

We chose Abbottabad as this was the major town with good necessary facilities and infrastructure near the disaster zone.

We had a team of specialists and paramedical staff from Pakistan and UK. We were very well looked after in a very comfortable summer house of a businessman. The local medical community and especially the staff of INOR did their best to keep us comfortable. Dr. Pervaiz Butt, Chairman Pakistan Atomic Energy Commission, Islamabad, visited INOR personally and facilitated us on our excellent work. We had more than enough medical supplies and equipment and donated a large amount to Ayub Medical Complex and some other charities. All of our patients were provided with excellent medical care, which I can proudly say is not available in most private hospitals in Pakistan. We provided food, blankets and also some tents to our patients and their families.

We could not ignore the patient's families as they sometimes needed more support than the patients themselves. I made sure that every patient on discharge had ten to twenty thousand rupees, which I increased to 20 to 40 thousand on my subsequent visit in January this year. I also arranged a supply of ration etc to enable them to survive harsh winter period. I stayed there for three weeks, however, medical facilities remain running till February by a string of devoted Pakistani, UK and Cuban teams. I again visited Abbottabad for a week and still there were a large number of patients who required further treatment or had none since the quake.

Lastly I must bring this to everyone's attention that the role of some big charities was simply shameful. You see their adverts on the TV and elsewhere but they were just a big fraud, thriving on people's emotions and a slick media campaign. So next time you donate, make sure it is not lining somebody's pockets.

May Allah keep us all on the right path and enable us to do ***Khidmat-e-Insaniyat*** selfishlessly.

===================

Islam-as I understand

In the Light of the Quran

By **Bashir Ahmed Abid**

(II)

=======================

MEANING OF 'SHIRK' CHANGED

'Shirk' is a comprehensive term. Idol worship is its simplest form. In fact, people worship idols because they think these got the power to change their destiny. However, it is an inferior thinking of man. God has created man as superior being among many of His creatures (17:70). It is not proper for him to submit to anyone who are either inferior to him (idols or his lowly desires) or who are mortal beings like him self (priest and rulers). Man should submit himself to the authority of God alone. He is the creator and He knows what the purpose of man's creation is? (67:14). Therefore, no one could think better than God what is best for man. When Quran says; " authority belongs to God..." (6:57) or when God condemn 'Shirk' as the biggest and un-pardonable crime (31:13;4:48), it does not mean that God dislikes deities and asserts Himself as a sovereign. He is far above emotions and far above what we associate with Him. If man associates hundreds of deities, it does not affect God's sovereignty in the universe. Secondly, He Himself has condemned compulsion in 'Al-Deen' (2:256). So, how could He threat or force human beings against their will, to follow a particular path? Actually, these admonitions are meant to inculcate the truth that man can accomplish his goals by no other means except God's laws. He can reach his destination by following God's path alone. Therefore, the real 'shirk' is not the worship of idols or deities but it is the following of paths other than the one, which God has recommended. These paths (in other words, various man-made systems) misguide man and take him far away from his destination (4:116). Values and principles in man-made systems are not enough to guide man in the right direction. By following man-made systems, he cannot emancipate from animal-instincts and lowly desires; He cannot rise to become a noble and dignified human being. It is possible only by following the value system of the Quran (28:85). It is stated in the Quran:

"God wants to raise man to the exalted ranks of humanity through the value system of the Quran. But, man follows the earthly desires which eventually brings him low to the position of beasts and worse." (7:176). This downfall is exclusively attributed to 'Shirk' in another verse, which reads as follow;

"Hunafaa lillahe ghaira Mushrikeena beh - Being true in faith to God, and never assigning partners to Him - *Wa manyushrik billahe* - if anyone assigns partners to God - *Fa ka ann ma kharra minusamai* - he is as if he had fallen from heavens - *Fa takhtafh-o-tairo au tahvee behir reeho fi makanin saheeq* - and been snatched up by birds, or the wind had swooped and thrown him into a far-distant place." (22:31)

God's given value system grooms human personality. It imparts enlightenment, and excellence of taste through intellectual and aesthetic training. It provides him protection against the spontaneous forces of nature and the society.

Accordingly, we conclude that real 'Shirk' is to follow values and principles, which are against the Quran. The real 'Shirk' is to follow the systems, which are based on non-Quranic values and principles. Quran has emphatically stated:

"La yushrik fi hukmehee ahada - God does not share His Command (values & principles) with anyone whatsoever". (18:26)

This definition of 'Shirk' is much more important and practically related with the welfare of the society. If understood rightly and taken care of, it would have liberated the masses from the evil's systems, which exploit national resources and man's labor to safeguard the interests of privileged classes against the common man's interests. The masses would have never submitted to such systems because submission to these man-made systems is no less a big crime than 'Shirk'. But the religious scholars did not pay due attention on this concept and laid undeserved emphasis in condemning idol's worship as a form of 'Shirk'. They diverted the focus of attention of the people from a dangerous and fatal form of 'Shirk' towards a simple and harmless form of 'Shirk'. Consequently, as earlier said, the Muslim masses can tolerate and bow their heads before any evil ruler no matter how much his rule is against the rule of God's Will; they can live in any man-made system no matter how much its values and principles are degraded and against the noble values of the glorious Quran, but they would never tolerate bowing before an idol. They hated idol's worship like they hate pigs whereas idols have no power either to harm or to benefit them. The religion's opium has worked rightly on them. They forgot their primary obligations to strive hard against ignorance, poverty, and undemocratic values. They never realized that idols of human desires are worst than stone's idols. These noble ideas never touched them but they dream to be known as 'Butshikan'. They have become the true embodiment of what the Quran said in this verse:

"And most of them believe not in God without associating (others as partners) with Him". (12:106)

MEANING OF 'IBADAH' CHANGED

When 'illah' came to be misinterpreted; "The one who is worshiped", instead of, "The one who is the ruler", and 'Shirk' came to be misinterpreted; "To associate idols in the worship of God", instead of, "To associate others in the rule of God" then, naturally, the meaning of 'ibadah' has to be misinterpreted; "The worship of God", instead of, "The rule of God". This change in the meanings of words along with the introduction of other non-Quranic concepts such as 'The concept of recitation' and 'The concept of five pillars' had played a key role in the transformation of 'Al-Deen' into religion.

The Quran has given a very clear concept of 'ibadah'. It simply means: "obedience to God's command". In verse (18:110) it says; *"wa la yushrik be-ibadateh rabbehe ahada* -

nor does he associate anyone in 'ibadah' of his God. And in verse (18:26) it says; *"wa la yushrik fi hukmehe ahada"*- nor does He share His Command with any person whatsoever". These verses have clearly defined the relation between 'hukm' and 'ibadah' and left no room for confusing 'ibadah' with worship. Neither God wants to share His Command with anyone nor His Messenger likes to obey anyone except God.

The concept of worship (Ibadah) is alien to 'Al-Deen'. It is a creation of religion. 'Al-Deen' is a goal-oriented system, which follows certain rules and principles. It is not a dogma but a guide to practice. Whatever it claims or promises for the welfare of people, is concrete and achievable in this world. On the contrary, religion consists of beliefs and dogmas based on wistful thinking of those people who fail to establish God's Authority against the authority of oppressive forces in the society. While the followers of 'Al-Deen' sacrifice their persons and goods to win the blessings and the pleasure of God (9:111) the religious folks have nothing to please Him in this world except to offer their praises and prayers (worship).

We may not know when? And where? The transformation of 'Al-Deen' into religion took place because social and cultural changes are evolutionary in nature and difficult to monitor. These, like a clock's hour needle, remain in motion invisibly for a long period of time before they become mature and attain perfection. However, in the light of above discussion, we are certain that Islam is no more 'al-Deen'. Although, we call it 'Al-Deen' but everywhere it is practiced as religion.

A religion cannot prove its truthfulness nor it can prove its superiority over other religions. Firstly, all religions are based on fear and ignorance. Secondly, they do not have concern with the management of worldly affairs such as politics and economy. The primary subject of religion is spirituality. In this regard, in order to see which one is true and superior, one has to wait till doomsday. On the contrary, a system has to prove its worth in this world. It is based on well-defined principles and policies. Its results and achievements are concrete and comparable. For example, when a system promises social justice it has to deliver it. Islam as a system had remained very successful. Islamic state was the embodiment of peace and justice. It had delivered all the goods to its people. But when Islam reduced to religion it became a pandemonium of chaos, confusion, and contradictions. It failed badly to deliver what it claimed. This situation persisted till now and will continue to persist till Islam is redefined as a system.

We have pointed out earlier that there are many contradictions in the present establishment. Muslims believe in unity but they are the most disunited folks in the world. They believe in fraternity but they are not fraternal to each other. They believe in peace but known to others as terrorists. They believe in human equality and dignity but these noble values are nowhere found in Muslims' societies. These and many other contradictions are found in Islam because it is not practiced as a values system. What the Muslims are practicing in the name of Islam that is purely a religion consisting mostly of biblical dogmas and Zoroastrian junk. It has very little, if any, teachings from the Quran

or the life of the Prophet (pbuh). Therefore, when we talk about the failure of Islam, in fact, we talk about the failure of "Islam" as a religion.

Dear Readers; this is just a brief review of a Great Tragedy. A tragedy: which turned a system of great values and principles into dust of religious dogmas and rituals. This unwanted transformation brought in its fold many drastic consequences to the Muslim world. The most prominent was the curse of factionalism and sectarianism. Al-Deen-al-Islam, which during the first half-century of its foundation, have worked as a coherent and dominant system on the map of the world got divided into secular Islam and religious Islam. This division never stopped. The 'secular' Islam got further divided into various political and cultural factions and the 'religious' Islam got divided into various religious sects such as sunni, and shia. Clash of Interests, which is an essential outcome of sectarianism, took them into its bloody grip and the scourge of mutual vengeance became their destiny. (6:65)

To sum up, I would say that if the Muslims want to redeem the past glory of Islam; if they want to see Islam triumphant in the world; if they want to enjoy a self-satisfied life under Islam then they have to redefine Islam as a system. For, it is the system, which can deliver these good to them - not religion.

****Wa ma 'alaina illal balagh****

REFERENCES:

- The Glorious Quran

1:1- Praise be to God, The Cherisher and Sustainer of the worlds

2:38- …whosoever follow My guidance, **on them shall be no fear, nor shall they grieve.**

2:62- Those who believe (in the Quran), and those who follow the Jewish (scripture), and the Christians and the Sabians, - **Any who believe in God and the Last Day, and work righteousness,** shall have their reward with their Lord; on them shall be no fear, nor shall they grieve.

2:151- A similar (favor have ye already received); In that We have sent among you an apostle of your own; **rehearsing to you Our signs, and sanctifying you, and educating you in the Book and Wisdom, and in new knowledge.**

2:208- O you who believe! **Enter into Islam wholeheartedly**; and follow not the footsteps of evil one; for he is to you an avowed enemy.

2:256- **Let there be no compulsion in religion:** Truth standout clear from falsehood…

3:19- **The religion before God is Islam** (submission to His Will). Nor did the people of the Book dissent there from except through envy of each other, after knowledge had come to them. But if any deny the sign of God, God is swift in calling to account.

3:85- **If any one desires a religion other than Islam (Submission to God) never it will be accepted of him,** and in the hereafter he will be in the ranks of those who have lost (all spiritual good)

3:103- And hold fast, all together, by the rope which God (stretches out for you), and **be not divided among yourselves; - ….**

3:105- Be not like those who are **divided amongst themselves and fall into disputations** after receiving clear signs; for them is a dreadful penalty.

3:159- It is part of the mercy of God that you deal gently with them. Were you severe or harsh-hearted, they would have broken away from about thee; so pass over (their faults), and ask for (God's) forgiveness for them; and **CONSULT THEM IN AFFAIRS.** Then, when you have taken a decision put thy trust in God. For God love those who trust Him.

3:200- O ye who believe! Persevere in patience and constancy; vie in such perseverance; **strengthen each other;** And obey God that you may prosper.

4:48**- God forgives not that partners should be set up with Him**; but He forgives any thing else, to whom He pleases; To set up partners with God is to devise a sin most heinous indeed.

4:116- **God forgives not (the sin of) joining other gods with Him;** But He forgives to whom He pleases other sins than this: One who joins other gods with God; had strayed far, far away (from the right path).

4:174- O mankind! Verily there has come to you **a convincing proof (rational**) from your Lord: For We have sent unto you a light (that is) manifest.

5:4- …this day have **I perfected your religion for you**, completed My favor upon you, and have chosen for you Islam as your religion. - …

6:57- …**the command rest with none but God**; He declares the truth, and He is the best of judges.

6:65- Say; He has power to send calamities on you, from above and below, **OR TO COVER YOU WITH CONFUSION IN PARTY STRIFE,** giving you a taste of **MUTUAL VENGEANCE** – each from the other….!

6:91- … the Book which Moses brought – A light and guidance to mankind; but you make it into **(SEPARATE) SHEETS** for show, while you conceal (much of its contents): ……!

6:108- **Revile not ye those whom they call upon besides God,** lest they out of spite revile God in their ignorance…!

6:151- …**take not life, which God has made sacred, except by way of justice and law…!**

7:52- We had certainly have sent unto them a Book, BASED ON KNOWLEDGE, which We explained in detail, - A guide and mercy to all who believe.

7:105- One for whom it is right to say nothing but truth about God. Now have come unto you (people), from your Lord, with a clear sign: So let the CHILDREN OF ISRAEL DEPART ALONG WITH ME.

7:110- His (Moses) plan is TO GET YOU OUT OF YOUR LAND: then what is ye counsel.?

7:156- And ordain for us that which is good, IN THIS LIFE AND IN THE HEREAFTER…!

7:176- If it had been Our Will (and it was), WE SHOULD HAVE ELEVATED HIM WITH OUR SIGNS; but he inclined to the earth, and followed his own vain desires.

9:33- It is He Who has sent His apostle with guidance AND THE RELIGION OF TRUTH, to proclaim it over all religion, even though the pagans may detest it.

9:36- The number of months in the sight of God is twelve (in a year) – So ordained by Him the day He created the heavens and the earth; of them four are sacred; THAT IS THE IS THE STRAIGHT USAGE….!

9:111- God has purchased of the believers THEIR PERSON AND THEIR GOODS; for theirs (in return) is the garden (of paradise)…!

10:78- They said has thou come to us to turn us from the ways we found our fathers following, - in order thou and thy brother MAY HAVE GREATNESS IN THE LAND; but not we shall believe in you.

12:2- We have sent it down as an Arabic Quran, IN ORDER THAT YOU MAY LEARN WISDOM.

15:89-93- And say; I am indeed he that warns openly and without ambiguity. (of just such wrath) as We sent down on those WHO DIVIDED (Scripture into arbitrary parts). (So also on such), AS HAVE MADE QURAN INTO SHREDS (as they please). Therefore, by the Lord, We will, of a surety, call them to account. For all their deeds.

16:44- (We sent them) with clear signs and Books of dark prophecies; And We have sent down unto thee (also) the message; THAT THOU MAYEST EXPLAIN CLEARLY TO MEN WHAT IS SENT FOR THEM, AND THAT THEY MAY GIVE THOUGHT.

16:71- God has bestowed His gifts of sustenance more freely on some of you than on others; those more favored are not going to throw back their gifts to those whom their right hands posses (employees), SO AS TO BE EQUAL IN THAT RESPECT. Will they then deny the favors of God ?

17:9- VERILY THIS QURAN DOES GUIDE TO THAT WHICH IS MOST STRAIGHT (OR STABLE), and gives the glade tidings to the believers who work deeds of righteousness, that they shall have a magnificent reward.

17:70- We have honored the sons of Adam; provided them with transport on land and sea; given them for sustenance things good and pure; AND CONFERRED ON THEM SPECIAL FAVORS, ABOVE A GREAT PART OF OUR CREATION.

18:26- Say; God knows best how long they stayed; with Him is (the knowledge of) the secrets of the heavens and the earth; how clearly He sees; how finely He hears (everything); they have no protector other than Him; NOR DOES HE SHARE HIS COMMAND WITH ANY PERSON WHATSOEVER.

18:110- Say; I am a man like yourselves, (but) the inspiration has come to me, that your God is one God; whosoever expect to meet his Lord, let him work righteousness, and, IN THE WORSHIP OF HIS LORD, ADMIT NO ONE AS PARTNER.

20:15- Verily the hour is coming – My design is to keep it hidden – FOR EVERY SOUL TO RECEIVE ITS REWARD BY THE MEASURE OF ITS ENDEAVOUR.

22:40- …Did not God check one set of people by means of another, there would surely have been, PULLED DOWN MONASTRIES, CHURCHES, SYNAGOGUES, AND MOSQUES, in which the name of God is commemorated in abundance measure. God will certainly aid those who aid His cause…!

23:14-Then We made the sperms into a clot of congealed blood; then of that clot We made a (fetus) lump; then We made out of that lump bones and clothed the bones with flesh; THEN WE DEVELOPED OUT OF IT ANOTHER CREATURE. So blessed be God, the best to create.

24:27- O ye who believe! Enter not house other than your own UNTILL YE HAVE ASKED PERMISION AND SALUTED THOSE IN THEM. That is best for you, in order that ye may heed (what is seemly).

25:43- See thou such a one as takes for his god HIS OWN PASSION OR IMPULSE ? Could thou be a disposer of affairs for him ?

26:29- (Pharaoh) said; “If you did put forward ANY GOD OTHER THAN ME, I will certainly imprisoned you.

28:19- …Thy intention is none other than to become A POWERFUL VIOLENT MAN IN THE LAND, and not to be one who sets things right.

28:85- Verily He Who ordained the Quran for you, WILL BRING THEE BACK TO THE PLACE OF RETURN. Say; My Lord knows best who it is that brings true guidance, and who is in manifest error?

30:30- So set thou thy face steadily and truly to the Faith: And (establish) God's handiwork according to the pattern on which he has created mankind. No change (let there be) in the work (wrought) by God: THAT IS THE STANDARD RELIGION, but most among the mankind understand not.

31:13- Behold; Luqman said to his son by way of instruction; "O MY SON, JOIN NOT IN WORSHIP (OTHERS) WITH GOD: FOR FALSE WORSHIP (SHIRK) IS INDEED THE HIGHEST WRONG-DOINGS.

40:17- THAT DAY (DURING THE DIVINE RULE) WILL EVERY SOUL BE REQUITED (PAID) FOR WHAT IT EARNED (HIS LABOR). No injustice will there be that Day. For God is swift in taking account.

40:26- Said, Pharaoh; leave me to slay Moses; and let him call on his Lord, WHAT I FEAR IS LEST HE SHOULD CHANGE YOUR RELIGION OR LEST HE SHOULD CAUSE MISCHIEF TO APPEAR IN THE LAND.

49:10- THE BELIEVERS ARE BUT A SINGLE BROTHERHOOD: So make peace and reconciliation between your two (contending) brothers.

59:9- But those who before them, had homes (in Medina), and had adopted the Faith, show their affection to such as came to them for refuge, and entertain no desire in their hearts for things given to the (later), BUT GIVE THEM PREFERENCE OVER THEMSELVES, EVEN THOUGH POVERTY WAS THEIR OWN LOT. And those saved from the covetousness of their own souls, - they are the one who achieve prosperity.

67:14- SHOULD HE NOT KNOW, - HE THAT CREATED ? And He is the one that understands the finest mysteries (and) is well acquainted with them.

71:23- And they have said (to each other), ABANDON NOT YOUR GODS: ABANDON NEITHE WADD NOR SUWA; NEITHER YAGUTH NOR YA'UQ NOR NASR.

76:3- We showed him the way: WHETHER HE BE GRATEFUL OR UNGRATEFUL (REST ON HIS WILL).

76:8-9- And they feed, for the love of God, the indigent, the orphan, and the captive,- Saying; "We feed you for the sake of God alone; NO REWARD DO WE DESIRE FROM YOU, NOR THANKS.

91:7-10- By the soul, and the proportion and order given to it; And its enlightenment as to its wrong and its right; TRULY HE SUCCEEDS THAT PURIFY (DEVELOP) IT. AND HE FAILS THAT CORRUPT (UNDEVELOPED) IT.

(E N D)

=================

THE ROLE OF THE MOSQUE IN ISLAM

By

Maqbool M. Farhat (Ilford, Essex, U.K.)

===============

The Mosque in Islamic history was the focal point where political, social, and religious activities were perfectly blended together. The concept of Islamic ideology paid as much attention to a man's well-being and welfare in this world as much as the life hereafter. In this sense the role of the mosque has always been instrumental in the social-moral and political uplift of the Muslim community. However, in the later period after Khilafat-e-Rashida, the period of first four pious caliphs with the decline of the political supremacy of the Muslims resulting in their disintegration under foreign rule, the concept and role of the mosque also underwent fundamental changes. Consequently the active and dynamic role the mosque played in the life of the Ummah in the period of our prophet and caliphs was reduced to a place of rituals and worship. The later concept continues up to today. This has not only rendered the mosque ineffective as a center of social uplift but it has rather indirectly or directly increased the sectarianism and parochialism among Muslims.

It is therefore of paramount importance that the present concept of the role of mosques be analysed and redefined in the light of its original concept and function in the days of the Prophet and in the context of the present needs of the Muslim community.

(1) Mosques have lost their social character much more so in cities. More emphasis is given on the neutral role of the mosque in society and is no more a part of the social life of the Community.

(2) Mosques tend to belong to sects, localities but not to the Muslim community as a whole.

(3) With the exception of a few mosques, persons from other sects are not allowed in some mosques. Strange it may look but the entrance of other sects in some mosques is forbidden by notices written on their main doors i.e. Masjid Hanfiah, Masjid Gausia, Masjid Ahle-Hadith etc.

(4) Islam does not advocate the division of loyalty towards God and Caesar. The mosque was not only a place of worship, but also the center of political, social and military activities in early Islam. Due to various political and historical reasons the role of mosque was reduced to a place of worship only.

REVIVAL OF MOSQUE

In order to revive the mosque at least as a center for community, it is essential to study the role and function of the mosque built by the Holy Prophet when he migrated from Makkah to Medina. Intention here is not to delve into details but a casual look at Islamic literature will reveal that the mosque was a place for Salaat as well as a center of temporal activities. The concept of holiness is alien to the Islamic concept of mosque and is a later development. The chapters in the section of Salaat in Sahih Bukhari, Vol. 1 given below validates this point.

A. Distribution of revenues received from province of Bahrain. (Chapter 282, Hadith 407, page 307)

B. Invitation to dinner in the mosque, (Chapter 283, Hadith 408, page 308)

C. Hearing disputes and administration of justice in the mosque.

D. Permissibility of sleeping of homeless men and women in the mosque. (Chapter 297-298, Hadith 424,425, pages 317-318)

E. Permissibility of soldiers entering the mosque.

F. Sale and purchase of goods and statement of transactions from the pulpit in the mosque. (Chapter 310, page 326)

G. Internment of prisoners in the mosque. (Chapter 316, Hadith 446)

H. Fixing of tents for the sick and the wounded in the mosque. (Chapter 317, Hadith 447, page 330)

I. Second Caliph Hazrat Umar(RA) ordered the construction of a dispensary, prison, orphanage and a literacy center within the perimeter of the mosque.

Al-Zarkashi argues that in Shariah terminology, the mosque in Islam has a very comprehensive concept and is in no way limited to be the idea of being merely a place of worship as in other religions. According to him mosque is for performing prayers as well as a community center.

COMMUNITY CENTER

The premises of the mosque can be used for wedding ceremonies, funerals, mortuary and settling of disputes among members of the community. Advice center, children's play-groups, childcare and crèche can be run from 8 am to 12 noon. Some traditionalists object to such a use as it will violate the sanctity of the mosque. But such an objection is not justified in the light of the fact that even tents were fixed for non-Muslim delegations and the Holy Prophet received them there.

Al-Zarkashi has a chapter on the permissibility of dining in the mosque.

I quote an interesting illustration of the use of mosque as community center. A freed slave girl was accused of stealing an item of jewellery,. After investigation she was found innocent but she left her tribe and came to the Holy Prophet to embrace Islam. On the instruction of Umm-ul-Momineen Aisha, a tent or a Hifsh was built for the girl in the mosque. Qastallani comments that Hifsh meant a small room in the mosque where

a woman or a man who had no place to stay could live in. (Vol-1, page 317-318).

The premises of a mosque may be used as an information and advisory center to disseminate information and advice on matters relevant to the Muslim community. The pulpit of the mosque was used by Caliphs, governors and army commanders for matters which concerned the community.

The mosque can and should be used as a training center for our youths for social services and physical activities. Healthy minds go with healthy bodies, so physical recreation should be taken very seriously. To achieve this objective we have to involve them actively in the management of the mosques as the future lies in their hands. The centers should organize activities for the invalids, aged and jobless to make them feel that they are part of the society.

Imam Bukhari has a chapter on “permissibility of fixing tents in the mosque for the sick”. Tibri reports that in the Battle of the Ditch, S’ad Bin Maadh was wounded. He was taken to the mosque in the tent of Rafida who was caring and nursing the wounded arriving from the battle front. The blood from Sa’d bin Mad’ wounds flowed out of the first aid tent and eventually he died there.

Special attention should also be paid to the teaching of mother tongue such as Urdu, Arabic to our youngsters and English to older and to newly arrived immigrants.

You may know that churches in England and Europe were boarded up because Christian communities did not feel that they needed them. The only churches that survived were those that were part of the life of the local community. If we fail to learn a lesson from this then our mosques will meet the same fate.

===================

What happened to Islam after Umar رضی اللہ عنہ?

(III)

==============

Abu Muslim was assassinated, Bramaka disappeared but their planted seed of Iranian beliefs and ideas continued to flourish. Consequently, the center of the Abbasi empire became weak while the provinces gained more power. Iran was on the top of such provinces. A vivid example was the Kingdom of Daylam (or Bani Boya). The Daylam region, situated south of Khazar Sea, was included in the victories during the period of Hazrat Umar. However, their residents continued to practice their old religion. Later on, they embraced Islam. Boya Welmi was their prominent personality. He had three sons – Ali, Hassan and Ahmed – who were very famous like their father. Ali gained strength and established the State of Daylam or Bani Boya. Other brothers established their governments in a number of Iranian provinces and later included Iraq in their government. At the invitation of some nobles of Baghdad, they moved forward and in 334 AH Ahmed entered Baghdad where he was received with royal honors by Khalifa Mustakfi. (From this you can well imagine the clipped power of Abbasi khalifas.) Khalifa recognized his kingdom and gave Ali the title of Imadud Daula; to Hassan, Rukunud Daula and to Ahmed, Moazad Daula. The Khalifa also ordered to engrave their names on coins. After that the Khalifa became a religious figure-head whose name was read in sermons while the real power was in the hands of Bani Boya. Only after 40 days of his appointment as Moazad Daula, Ahmed deposed and imprisoned Khalifa Mustakfi in a very degrading manner. Bani Boyas were Shias. Moazad Daula was the first person who ordered observance of Ashura in Baghdad. He ordered that all people should close their shops and mourn Imam Hussein. Women should come out from their homes with open hair. He also ordered to celebrate Eid Al Ghadir on 18th Zilhij. The population of Baghdad was mostly Sunni who protested this but Moazad Daula suppressed them. Consequently many of the Sunnis left Baghdad. Bani Boya remained in power till 447 AH when Saljuks ended their government.

End of Abbasi Government:

Saljuks remained in power till 590 AH and after their downfall sermons in Abbasi’s name were read for another 66 years in Baghdad when its power ended for ever. Ibne Alqi, a Ghali Shia was the Minister of Khalifa when Halaku Khan, the son of Changez Khan came into power. On the other side, Mohaqiq

Nasirudding Tusi, who was also the same type of Shia, was the Minister of Halaku who attacked Baghdad with the conspiracy of both ministers. He destroyed Baghdad and assassinated Khalifa Mo'Tasim and with this the Abbasi empire ended in 656 AH.

In this way Iranians took revenge of their defeat in Qadsiya. Basically it was a political revenge that they took from the Muslims.

Iranians Acknowledge This:

Whatever we say, it is not our speculation but Iranian intellectuals themselves acknowledge this. Hussain Kazemzada is a prominent contemporary historian. In his book – Miracles of the Iranian spirit in various historical periods – he writes:

Since the day when Saad Ben Ali Wiqas conquered and controlled Iran on behalf of the Second Khalifa (Umar), the Iranians were keeping a sentiment of hatred and revenge. On several occasions this grudge emerged but it became open with the establishment of Shia sect. Learned and informed people know this reality that besides the controversies over belief and ideas, a political issue was also responsible for the emergence of Shias. Iranians could never forget, accept or pardon the fact that few bare foot and desert dweller Arabs captured their empire. The treasury of this ancient empire was looted and thousand of innocent people were killed.

After that the historian writes:

Our intellectuals neither had love for Bani Fatima, nor any enmity with the family of Bani Umayya. Their only objective was to remove the Arab government and restore their honor and their own government. Since the Hashmi Khalifat had ended with Hazrat Ali, the pure Arab government of Umayya was recognized as the central government of the Islamic world. In this way Arabs were imposed on Ajam. That is why our ancestors had no alternative but to support and incite the Hashmis. And our elders did that.

(We have taken the above excerpt from the book of Mahmood Abbasi "More Research about the Khilafat of Maawiya and Yazid." The second abridged quotation is from Khawaja Ibadullah Akhtar's article "Impact of Ajami religions on the belief of Muslims." This article was published in Tolu-e-Islam in November 1954.

When Iranians ended the Umayya empire by inciting the Hashmis and the Hashmi (Abbasi) government was established, then they invited Halaku Khan to bring an

end to the Arab empire. In this way, in the words of Qasimzadeh, they took revenge from the Arabs for their defeats at the hands of the Arabs.

However, this was the revenge that they had taken from the Arabs or Muslims; now we will talk about their revenge from Islam which had ended their Magian religion.

xxxxxxxxxxxxx

Foundations of Islam:

Before we go into the detail of the Ajami conspiracies against Islam, we will refresh our memories about the foundations of the Deen that Allah gave to the human beings through the Prophet and which is preserved in the Quran.

According to the Quran:

1. Study, observation, experience and teachings are means through which human beings acquire knowledge. This knowledge can be acquired by every human being by the process of deduction and induction.
2. There is also another knowledge that Allah gives directly to his chosen, highly charactered people. This is called *wahi* (divine revelation) and the people who get this knowledge are called (Anbiya). Last time this knowledge was given to the Nabi (Mohammad PBUH) and after that this knowledge ended. In other words Nubawwat ended with Mohammad PBUH. Now the knowledge can be acquired by experience and observation only. The end of the Nubawwat means that now nobody will acquire knowledge directly from God.
3. What was revealed to the Nabi is all preserved in the Quran which is a complete code of conduct for humanity for all times. This is complete and also immutable. Its meanings are very clear. It is in Arabic and can be understood with attention, thought, knowledge and wisdom. The Nabi gave this to us in its present form and not a single word of Quran has ever been changed. Allah has taken responsibility for its preservation.
4. Deen, which is preserved in the Quran, is a system of life which is implemented in its independent state. This state is established by the Umma which elects the best person as head of state who runs the affairs of the state with the consultations of Umma. The objective of this state is to implement the laws of Quran and establish a society in accordance with these principles and values.

5. This state was first established by the Nabi . After the death of the Nabi this state continued for a time. After that the train of Umma derailed. This is called the Ajmi distortion in the Deen because as we discussed earlier, its first fountain was in Iran. This term means all such beliefs, ideas and schools of thought which are against the Quran, it does not matter from where they came.

We have seen that the first conflict in the Umma emerged on the claim of khilafat by Hazrat Ali. It was said that Khalifa cannot be elected. He is appointed and named by God and called Imam. The first Imam is Hazrat Ali and then this Imamat went to his descendents in inheritance.

Earlier we had discussed only one aspect of this belief that was related to politics.

Before we go further, let us look at the family tree of those who are recognized as Imam.

Hazrat Ali (d. 40 AH) > Imam Hassan (d. 49 AH,) Imam Hussein (d. 61 AH)

Imam Hussein > Imam Zainul Abideen (d. 95) > Imam Baqer (d. 117 AH) > Zaid

Imam Baqer > Imam Jafar Sadeq (d. 148) > Imam Musa Kazim (d. 182 AH), Ismael (Batni Fidai, Agha Khani and Bohris are called Ismaelis because they recognize his Imamat that will continue in his descendants.)

Imam Musa Kazim > Imam Ali Raza (d. 208 AH), > Imam Mohammad Jawwad Taqi (d. 220 AH),> Imam Ali Hadi Naqi (d. 254 AH), > Imam Hassan Askari (d. 260 AH) > Imam Mohammad (Imam Ghaib)

Kisania Sect:

Kisania was the first Shia sect that, after Ali recognizes his son Mohammad Ben Hanfia as Imam. He was not from the womb of Hazrat Fatima but another wife of Hazrat Ali, Hanfia. In other words this sect gave preference to Alwis against Fatimides. When Imam Mohammad Ben Hanfia died, one group of his followers concocted the belief that the Imam was Mehdi, who will return. He did not die but had disappeared from the vision of the people. He will return on earth soon and establish his government. Did you notice, how this belief in "return", that was implanted by Abu Abdullah Ibne Sabah, was applied? We will also see that this concept had been applied on a number of Shia personalities. Kaisanias believed that Imam is the personification of God and like God he is eternal. Khorasan was the capital of this sect from where it spread its network of conspiracies against the Umayya empire.

Zaidia Sect:

Another Shia sect was called Zaidia. They recognize majority of Imams from Hazrat Ali to Imam Zainul Abidin but after him they do not recognize his elder son Baqer as Imam but his younger son Asghar Zaid. They believe that the Imamat will remain in the descendants of Hazrat Ali, but it will not be confined to any particular succession or family. This is the most moderate Shia sect and very close to the Sunni Fiqah.

Imamia and Ismaelia:

Shia groups which recognized Imam Baqer and later his son Imam Jafar Sadeq, later split into two groups. These are the two groups which became famous in history. One of the group said that after Imam Jafar, his older son Akbar Ismael is the God appointed Imam, while the other group recognized his other son, Imam Musa Kazem as Imam. The first group is called six Imamia (because it recognizes six Imams) or Islmaelis. Batni Fidai and other similar Shia sects generally belong to this group. Today, Agha Khawanis and Bohris are two famous branches of this sect. The other sect is called 12 Imami or Imamia. Majority of Shias belong to this sect. They recognize 12 Imams. About the last Imam (Mohammad) of this chain they believe that he is alive and hidden in a cave in Iraq. He will reappear near the day of judgment and establish his government in the whole world. (He is also called Imam Mehdi.)

Ghali Sects of Shias:

All Shia Sects believe that the Imam is appointed by God and their hidden Imam will return. However the beliefs of some Ghali Shia sects are based on exaggerations. For example one sect – Khurrum Deenia considers the Imam as God, prophet and Angel. It does not believe in the day of judgment and denies any accountability of one's deeds by God. This sect believed in the concept of return of the Imam. This sect also believes in reincarnation which they called "*rajat*" that is transfer of the human spirit (in this world) from one body to another body. Certain Ghali sects believed that our prophet and other prophets will return to earth near the day of judgment and all will accept the prophet hood of Mohammad. Similarly Hazrat Ali will also return to earth and will assassinate Hazrat Moawiya and his descendants.

The founder of Khattabia Sect, Abu Khattabia used to call Imam Jafar Sadeq God and himself his prophet.

Whenever some Imams denied and opposed such beliefs then these people said that they are saying this because of *Taqiyya,* otherwise they support our beliefs.

(Earlier we explained the meaning of Taqiyya which is a unanimous belief of all Shia sects.) Khattabia also believed that in every period there are two prophets. One who speaks *(Natiq)* and the other *Samit* who remains silent. Mohammad (PBUH) was Natiq prophet while Hazrat Ali was Samit prophet.

Some of the Ghali Sect beliefs are so filthy that we hate to recall them. However all of them called themselves Muslim. Their job was to make conspiracies against the incumbent government. Obviously it was a Sunni government whether it was Umayyas or Abbasis. When they were unsuccessful in their conspiracy, they will console their followers by saying don't worry, in the final period (near the day of judgment) the hidden Imam will appear and establish a Shia government.

These Ghali sects emerged and disappeared at different historic moments and disappeared and now we find their foot prints only at certain places, but they have no significance. Only two Shia sects were of historic importance which are also present today – they are Ismaelia (Agha Khani Khojas and Bohris) and Imamia (Asna Ashri) who are in majority.

Let us now discuss beliefs of these two sects.

Ismaeli Beliefs:

Ismaelis always kept their beliefs and teachings strictly secret and it was very difficult to say anything about them with certainty. (The real name of this sect is *Batnia* or hidden) Sometimes back one of this sect's researcher, Dr. Zahid Ali (Former Arabic Professor and Vice Principle of Nizam College Hyderabad Deccan) took the courage to publish a book based on his sect's authentic (secret) books and documents. Name of his book is "The Reality of Our Religion and its System." We are reproducing here excerpts from the 1954 edition of this book. About the foundation and teachings of this sect, he writes:

"The founder of this sect was Haimoon Qaddah of Iranian origin (he has already been mentioned within the context of the Fatimide) or his son Syed Abdullah. His objective was to create a religious movement which could confront Abbasi khilafat. For this purpose (Imam Abdullah) formed a group which included such persons who were by nature inclined towards the *Mutazela* ideologies and philosophical thoughts. Help of Ahle Beit was sought to make this successful because the Shias who were attached to the Ahle Beit could easily accept this religion." (p-611)

About their beliefs, Dr. Zahid Ali writes: Their basic foundation is on the principle that the prophet formulated the visual Sharia (Islamic laws) while Maulana Ali explained its hidden meanings. After him six imams completed the

hidden teachings and the seventh Imam (Maulana Mohammad Ben Ismael) suspended or abrogated the visual Sharia of Mohammad. All the Imams from his descendants, who came so far and will continue to appear till the day of judgment, are all *Qaem Khalifas*. If any of the Khalifas got opportunity to appear in the world he will explain the hidden knowledge and convert the whole world into Ismaeli religion….The main characteristic of the Ismaeli teaching is its secrecy. We cannot reveal our real beliefs, with the exception of privileged members of our faith, to others because of political and state interests, since our general population was Sunni. (This was during the reign of Fatimides of Egypt) Hence our teachings to our privileged members was different than to the common Ismaelis. Junior members of our sect were also not told of those secrets which were unveiled to the mature members." (Preface B)

About their beliefs he writes that the Imam has the right to abrogate Shariat. He can cancel Shariat whenever he wanted and re-impose it when he wished.

Distorted Quran:

About the Quran, they believe: "Jews and Christian abandoned their original Torat and Ingeel (Tora and Bible) and compiled their books on the basis of their opinions and speculations. Muslims did the same thing. The prophet had collected Quran and handed over to his *wasi* (heir) in the presence of his companions. Those people became careless and collected Quran according to their own ideas and beliefs. The third Khalifa destroyed the copy of the Quran compiled by the elders and prepared another copy. Then Hajjaj set this book on fire and prepared another copy, taking out parts at his whim. Now this copy of Quran is with the Muslims." (Preface)

Dr. Zahid Ali has presented many examples of differences between the Quran that now the Muslims have and the Quran that was compiled by Hazrat Ali. For example in the verse 67 of Surat Maeda.

(It may be pointed out that their (Ismaeli belief) about Hazrat Ali's compiled Quran is that it is with their Imams who will unveil it near the day of judgment.)

Taqiyya is their fundamental belief. Also they believe in *taaweel* which means that the Quran cannot be understood by its literal meanings but these letters have concealed meanings which only Imams know. Real meanings of the Quran can be understood or determined through *taaweel.* That is why the Prophet is called *Rasul-e-Natiq* (the prophet who speaks or rules on the earthly matters) while *Wasi* (Prophet's Vicegerent is called *Rasul-e-Samit,* who rules on the *batin* (hidden).

Hidden Meanings:

A vivid example of *taweel* is the hidden meaning of La Ilaha Illal Lah means La Imam Illa Imam Uz Zaman. (p-408) Wudu means Hazrat Ali because both words have three letters. Salat (prayers) means the Prophet because both have four letters. Therefore the meaning of “Salat Illa Wudu” is that without the acceptance of Hazrat Ali as the heir of the Prophet, the recognition of the Prophethood of Mohammad is meaningless. (p-424)

The Quran says that Allah told Adam not to go near the forbidden tree. It mens that the Imam Mustaqar Maulana Abut Talib had prevented the Prophet from revealing the hidden meanings which is the prerogative of Maulana Ali. The first Zalim (Zalim Al Awwal) Iblis achieved this knowledge by deceit from the Prophet. This was his first sin. His other is that he told this secret to one of his wives that your father will snatch my heir’s right by force. (p-461)

In verse 2/1,2 Alif Laam Meem, Zaalikal Kitabo Lareba Fehe, Zaalikal Kitabo is referred to Maulana Ali. (p-551)

In short the Ismaelis determine meanings of all Quranic verses by *Taaweel* and this *Taaweel* continues to change.

Imamat:

The focal point of Ismaelis and other Shia sects is the belief in Imamat which started like this:

Maulana Abdul Muttalib, the grandfather of the Prophet is from the lineage of Hazrat Ibrahim. Like Ibrahim, *Mustaqar.* In the period of Hazrat Esa (Christ), he was Mustaqar Imam which means that he had *Nabuwat, Risalat, Wasayat and Imamat* – all the four in his person. At the divine guidance, he had given separate ranks to his two sons – Maulana Abdullah and Maulana Abu Talib. To first one he gave the status of Nabuwwat and Risalat. Thus making him the head of public (open) preaching. The other one was given the rank of Wasayat and Imamat and the head of the hidden or concealed preaching. Maulana Abu Talib gave the status of Nabuwwat and Risalat to Mohammad (PBUH) and Wasayat and Imamat to Maulana Ali. This fact reflects the grandeur and honor of Maulana Abu Talib that like Maulana Abu Talib, all four honors were concentrated in him. (p-63,64) Hence Maulana Ali was Mustaqar Imam and the Prophet Mohammad was sent to confirm Maulana Ali….The prophet’s last message was about Maulana Ali’s Wilayat (sovereignty). It means that the real purpose of the prophet’s appearance was to eliminate disbelief in the Walayat of Maulana Ali. All people believe in

God but they commit *Shirk* polytheism when they do not believe in the Walayt of Maulana Ali. P-360

About the Imam they believe:

"Even if you see the Imam committing adultery, drinking wine or other immoral acts, you should not doubt his piety because Allah has made the Imams innocent from all such acts." P-363

"Our pious Imams' are higher in ranks than the prophets. (They are like master and slave.) Imam's cannot sin but prophets can commit sins. Not only Moses but Mohammad is also included in these prophets." P-366

Agha Khani and Bohri:

In the Indian sub-continent Isamelis consist of Khojas (Agha Khanis) and Bohris. Their beliefs are very bizarre. About their beliefs, we will quote from the book of Mirza Mohammad Saeed Dehlvi (Mazahab aud Batni Taleem – Religion and hidden preaching):

In ancient times, when Hazrat Ali was *Wishnu (Hindu god),* Hazrat Mohammad took the form of *Waidoyas*. When Hazrat Ali appeared in this world, he was the 10th awtar of Wishnu (the 10th incarnation of god Wishnu), *Nishi Kalanki*. Some Khojas also believe that Hazrat Ali was god and Mohammad was his prophet. (*) All Nazari Imams, including the present Agha Khan are considered the incarnation of Hazrat Ali. In this way he has the same rank of godliness that Hazrat Ali has. Khojas and Shamsi Hindus consider him their god. These people also believe in reincarnation, the day of judgment, paradise and hell. They consider Quran as the last authentic book but do not recognize the Quran that the Muslim millat now has, as unauthentic….Nazaria sect follows the dominant sect of the country in which they reside. For example, in Turkistan they follow *Hanafi law* while in Iran *Athna Ashri law*.

(*) Nazari is the most famous sect of Ismaelis. Hassan Ben Sabah was one of their Imam. Batni Fidais, known in history as the assassins, were his followers. Agha Khanis and Bohris belong to this sect.

Imamia or Athna Ashri:

These were briefly the beliefs of one of the important Shia sect, Ismaelis. We will now focus on the other Shia sect, i.e. *Imamia (Athna Ashri)* sect.

As we said earlier, Imamat is the central belief of Shias. About their concept of Imamat, we will present an excerpt from their most important book which is seen

a vital pillar of this seect. This book is Al Kafi of Kaleeni. For them this is the most authentic book of Hadith (traditions). Every Hadith of this book is related by one of their Imams. The book is called Al Usul Al Kafi. It is written by Mohammad Ben Yaqub Ben Ishaq Al Kalani Al Razi (died 329 AH). This quotation is taken from the Arabic edition, printed by Haidri Press, Teheran and published by the Islamic Book House, Teheran. It was translated in Urdu by "The Great Author" Maulana Syed Zafar Hassan Amrohvi and published in 1966 by Shamim Book Depot, Nazimabad, Karachi under the name "Kitab Ash-shafi". (The second part of Usul Al Kafi was published under the name of Farogh-e-Kafi by the same translator).

Usul Al Kafi:

As mentioned earlier, revelation is acquiring knowledge direct from God and the revelation process discontinued with Prophet Mohammad (PBUH). All revelations of the prophet are preserved in the Quran. God has taken responsibility for its protection. The end of the prophethood means, that the Quran is authority in Deen. Now nobody has a right in the name of God to force someone to accept any belief or idea which is outside or contrary to the Quran. Acquiring knowledge direct from God was the privilege of the prophets but in Usul Al Kafi we see that Imamat has also been included in that, though another term is used for that, i.e. Mohaddas.

The Belief in Mohaddas:

Zarra relates that he asked Imam Mohammad Baqar about this verse: *Kana rasulan nabbian,* what is the difference between Nabi and Rasul. He said that a Nabi sees an angel in his dream. Hears angel's voice while he is awake but does not see him. While a Rasul hears angel's voice and sees him in dream as well as while he is awake. I asked him what is the status of an Imam. He said that an Imam hears angel's voice but cannot see him. Then he recited the following verse: *Wa ma arsalna min qablika men rasulen wa la nabi wa la mohaddas.* (Ash-Shafi Vol. I, p-203)

Before proceeding further we will see that the words of "wa la mohaddas" are not found in the Quran after this verse (22/52). In the Arabic version of Usul Al Kafi this explanation is given about this tradition: *Wa la mohaddas innama qara Ahle Beit alaihe salam* (Vol I p-167) which means that the word *wa la mohaddas* is written in the Qirat-e-Quran of Ahle Beit.

(To be continued)

****